

مدیر اعلیٰ مولانا محمد الیاس گھمن



جلد نمبر 1 ستمبر 2012ء شماره 9

انٹرویو



فتاویٰ عالمگیری



فقہ کی اہمیت محدثین کی نظر میں



علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ



تجلیات جذب کے زمان و مکان



فضائل و مسائل قربانی



فتنوں کا تعاقب؛ ضرورت اور اہمیت



مرکز اہل السنۃ والجماعۃ

87 جنوری لاہور ڈسٹرکٹ



مرکزی عید گاہ سرگودھا
مولانا کامل خلیل رحمان
حضرت مولانا خواجہ خلیل رحمان
سربراہ کنوینشن
پرنسپل
ان کی قیادت میں حضرت
مولانا صاحب زادہ
عزیز احمد

تحتفظ بنو مسلم کے انفرنس

حضرت مولانا عبدالمعید
مفتی مولانا محمد مجرم
مفتی مولانا محمد رمضان
مفتی مولانا محمد حرم

مفتی مولانا نور محمد بڑاوی
مفتی مولانا محمد اکرم طوفانی

مفتی مولانا عبدالرحیم
مفتی مولانا عبدالرحیم

مفتی مولانا عبدالرحیم
مفتی مولانا عبدالرحیم

مفتی مولانا عبدالرحیم
مفتی مولانا عبدالرحیم

مفتی مولانا عبدالرحیم
مفتی مولانا عبدالرحیم

مفتی مولانا عبدالرحیم
مفتی مولانا عبدالرحیم

حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی
مفتی مولانا محمد الیاس گھمن
مرکزی ناظم اعلیٰ: اتحاد اعلیٰ السنۃ والجماعۃ

زادہ الارشدی
مفتی مولانا محمد محمود سندھ

مولانا قاری
مفتی مولانا محمد الیاس
مفتی مولانا محمد الیاس
مفتی مولانا محمد الیاس

مفتی مولانا محمد الیاس
مفتی مولانا محمد الیاس
مفتی مولانا محمد الیاس
مفتی مولانا محمد الیاس

عالمی مجلس تحتفظ بنو مسلم سرگودھا
0300-9606593, 0321-7960986
0321-6012074, 0301-6729986, 0300-8651074

www.khatamunnabiyeen.com
www.thedefendersoftruth.com
عظیمہ انتصار
اشتیاق احمد وحافظ صغیر احمد
جنرل سیکرٹری شبان ختم نبوت

فقیہ

ماہنامہ

شماره 9

ستمبر 2012ء

جلد نمبر 1

مجلس ادارت

- مولانا محمد رضوان عزیز
- مفتی شبیر احمد حقانی
- مولانا محمد کلیم اللہ

انجمنی ہولڈرز ممبر لگائیں اور ہدیہ دینے والے اپنا نام لکھیں!

بفیضانِ نظر
شَیخُ الْعَرَبِ عارفُ اللہ حفظہ اللہ
والعجم عارفُ اللہ حفظہ اللہ
حکیم شاہ محمد اختر حفظہ اللہ

مدیر اعلیٰ

مولانا محمد الیاس گھمن

بیرون ممالک

امریکہ، اسٹریلیا، جنوبی افریقہ اور یورپی ممالک
35 ڈالر..... سالانہ
سعودیہ، انڈیا، متحدہ عرب امارات اور عرب ممالک
25 ڈالر..... سالانہ
ایران، بنگلہ دیش 20 ڈالر..... سالانہ

قیمت فی شمارہ -/20 روپے

سالانہ زر تعاون
240/- روپے

برائے رابطہ

مرکز اہل السنۃ والجماعۃ

87 جنوبی لارڈز سٹریٹ

0332-6311808

www.ahnafmedia.com

مرکز اہل السنۃ والجماعۃ

فہرست

3	فقتوں کا تعاقب؛ ضرورت اور اہمیت
3	اداریہ
5	تجلیات جذب کے زمان و مکان
7	فقہ کی اہمیت محدثین کی نظر میں
7	حضرت مولانا خالد محمود صاحب
10	فضائل و مسائل قربانی
10	متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ
38	فقیہ یمن سیدنا حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ
38	مولانا محمد عاطف معاویہ حفظہ اللہ
45	حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما
45	مولانا محمد اکسل راجنپوری حفظہ اللہ
52	امام العصر علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ
52	مولانا محمد عبداللہ معتمد حفظہ اللہ
56	فتاویٰ عالمگیری
56	مولانا محمد یوسف حفظہ اللہ
60	انٹرویو
63	بات شروع کرنے سے پہلے سلام کرنا
63	مولانا محمد ابو بکر اداکڑوی حفظہ اللہ

فتنوں کا تعاقب؛ ضرورت اور اہمیت

اداریہ

معاشرتی بگاڑ کی وجوہات میں سے ایک وجہ علم و عمل سے دوری ہے۔ علم کا فقدان لوگوں میں فتنہ و فساد کا سبب بنتا ہے۔ فتنہ و فساد کی یہ آگ جہاں عقائد و نظریات کو ٹھیس پہنچاتی ہے وہاں اعمال و افعال کو بھی اپنی زد میں لے لیتی ہے۔ حالیہ دور بلا مبالغہ سابقہ ادوار سے اس حوالے اتر ہے کہ اس میں فتنوں کی تعداد سابقہ دور سے کہیں زیادہ ہے۔ عقائد سے اعمال تک، اصول سے جزئیات اور فرائض سے سنن و نوافل تک ہر مرحلہ پر باطل کوششیں حملہ آور ہیں۔ باطل کہیں تو دین کے ثابت شدہ مسائل کا انکار کر رہا ہے اور کہیں غیر ثابت شدہ چیزوں کو دین کا نام دے رہا ہے۔ اول کو ”الحاد“ اور ”ثنائی“ کو بدعت کہتے ہیں۔ گویا الحاد و بدعت کے فتنے وحدت امت اور دین کامل میں رخنے ڈالنے میں ہمہ تن مصروف ہیں۔ فتنوں کے خلاف کام کرنے کی کتنی اہمیت ہے؟ اس کا اندازہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد پیدا ہونے والے حالات سے لگایا جاسکتا ہے کہ کہیں مانعین زکوٰۃ کا فتنہ ظاہر ہوا، کوئی جھوٹی نبوت کا مدعی ہوا، کسی نے مدینہ پر حملہ کی کوشش تھی لیکن سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی وہ ہستی تھیں جو ان فتنوں کے خلاف سیسہ پلائی دیوار بن گئی۔ ان کے خلاف اپنی جان تک کی پروا نہ کی اور وہ تاریخی جملہ فرمایا جو تاریخ نے اپنے سینہ میں محفوظ کر لیا:

ادین وانا حی [دین میں کتر و بیونت ہو اور میں زندہ رہوں]

ہمارے اکابر حضرات علماء دیوبند کثر اللہ سواد ہم نے اس الحاد و بدعت کے

فتنے کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ قاسم العلوم الخیرات حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ کی پوری زندگی اسی کوشش میں نظر آتی ہیں ہے کہ ہر باطل کا مردانہ وار مقابلہ کیا، ان کے وساوس و اعتراضات کا جرات، تدبر اور اعتماد سے جواب دیا اور ان کے بے بنیاد مذاہب و نظریات کو دلائل کی روشنی میں غلط ثابت کیا۔ شیخ الہند رحمہ اللہ کی ”ایضاح الادلہ“ ملحدین کے فتنہ کے خلاف ایسی علمی کاوش ہے کہ مخالفین سے اس کا جواب آج تک نہ بن پڑا۔ مولانا محمد اشرف علی تھانوی، مولانا محمد انور شاہ کشمیری، مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری، مولانا محمد حسین اختر، مولانا خیر محمد جالندہری، مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمہم اللہ وغیرہ تمام اکابرین نے علمی طور پر رونما ہونے والے تمام فتنوں کے خلاف کام کرنا ضروری سمجھا اور اسے مٹانے کے لیے تمام تر کوششیں صرف کر دیں۔

اتحاد اہل السنۃ والجماعۃ بھی اسی نظریہ و منہج پر باطل کے خلاف علمی و تحقیقی کام میں مصروف ہے۔ اسلاف و اکابر سے جو اعتماد کا درس ملتا ہے کسی لمحہ بھی اسے ہاتھ سے جانے نہیں دیتی۔ اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہمارا تخصص فی التحقیق والدعوۃ ہے، جس میں فاضل علماء کرام کو یک سالہ تخصص کروایا جاتا ہے، جس میں مختلف فنون کے اصول و قواعد اور باطل کے عقائد و نظریات کے محقق و مدلل جوابات سے لیس کر اگر میدان میں اتارا جاتا ہے کہ جہاں کہیں بھی باطل اہل حق معترض ہو امسکت اور دند ان شکن جوابات دیے جاسکیں۔ تخصص کے ساتویں سال کا افتتاح ہو چکا ہے اس امید پر کہ ہماری یہ کاوش اسلاف و اکابر کے منہج پر رہ کر باطل کا راستہ روک سکے اور دین متین کی تطہیر کا ذریعہ بن سکے ہم باری تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ اس امت کو فتنوں سے محفوظ فرمائے اور اہل حق کا بول بالا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامی الکریم

تجلیات جذب کے زمان و مکان

حدیث مبارک ”ان لربکم فی ایام دھر کم نفعات“ میں نفعات کی جو تشریح عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم نے فرمائی وہ ہدیہ قارئین ہے جو نفعات کے معنی و مفہوم اور مصداق کو واضح کرتی ہے۔ از مفتی شبیر احمد حنفی

عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم نے فرمایا: سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ: ان لربکم فی ایام دھر کم نفعات، فتعروضوا لعلہ ان یصیبکم نفعۃ منها فلا تشقون بعدھا ابدا۔

اے لوگو! تمہارے رب کی طرف سے تمہارے زمانے ہی کے دنوں میں نفعات آتے ہیں، ان کو تم تلاش کرو، اگر ان کو پا گئے تو اس کے بعد تم کبھی بد نصیب نہیں ہو گے۔ تمہاری شقاوتِ ازلی سعادتِ ابدی سے تبدیل ہو جائے گی یعنی دائمی خوش نصیبی نصیب ہو جائے گی۔ نفعات کے کیا معنی ہیں؟ دیہاتی زبان میں اس کا ترجمہ ہے: ”اللہ پاک کی رحمت کی ہواؤں کے جھونکے“ اور ”شہری زبان میں اللہ تعالیٰ کی نسیم کرم“ اور بزبانِ محدثِ عظیم ملا علی قاری رحمہ اللہ شرح مشکوٰۃ میں نفعات کے معنی ہیں: ”جذبات“ یعنی اللہ کی جذب کرنے کی تجلیات۔ ”اللہ یَجْتَبِیْ اِلَیْہِ مَنْ یَّشَاءُ“ [الشوری: 13] یہاں وہ جذبات مراد ہیں۔ یہ حدیث اس آیت کی شرح ہے۔

”الاجتباء من الجبی والجبی هو المجدب“ جبى کے معنی ”جذب“ کے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے اپنی طرف کھینچ لیتا ہے، مقتطیس کا خالق ہے۔ جو اتنا

زبردست مقناطیس پیدا کر سکتا ہے کہ زمین کا چوبیس ہزار میل کا گولہ جس کے نیچے کوئی کالم نہیں فضاؤں میں معلق ہے۔

ارض و سماء کیسے ہیں معلق کوئی ستوں ہے اور نہ کوئی تھم

سارا عالم ہے بے کالم واہ رے میرے رب العالم

اسی طرح بے شمار عالم سیارات و نجوم اور ہزاروں شمس و قمر سب بلاستون فضاؤں میں معلق ہیں اور اپنے راستوں میں تیر رہے ہیں۔ تو اتنا زبردست مقناطیس پیدا کرنے والا جس کو کھینچے گا وہ کیسے بغیر کھینچے رہ سکتا ہے۔ بندے کو جذب کرنا ان کے لیے کیا مشکل ہے۔ تو نفعات کے معنی ہیں: جذبات یعنی کھینچنے کی مقناطیسی لہریں۔ اور حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے نفعات کا ترجمہ کیا ہے: التجلیات المقربات۔ اللہ کی وہ تجلیات جو بندوں کو اللہ سے قریب کر دیتی ہیں۔ وہ تجلیات جو بندہ پر پڑ جائیں تو وہ اللہ کا پیارا اور مقرب ہو جاتا ہے۔ اب سوال یہ ہوتا ہے کہ ان تجلیات کا زمانہ تو معلوم ہو گیا، لیکن مکان بھی تو معلوم ہو کہ ان تجلیات کو کہاں ڈھونڈیں، کدھر جائیں؟ اس کا جواب اللہ تعالیٰ نے میرے قلب کو عطا فرمایا کہ ان کا مکان بخاری شریف کی حدیث میں ہے کہ ”ہم الجلساء لا یشقی جلیسہم“ ہمارے پیارے اور خاص بندوں کی یعنی ہمارے اولیاء کی شان یہ ہے کہ جو ان کے پاس بیٹھ جاتا ہے، جو ان کا جلیس وہم نشین ہوتا ہے کبھی شقی اور بدنصیب نہیں رہ سکتا، اپنے پیاروں کے صدقہ میں ہم اس کی شقاوت کو سعادت سے بدل دیتے ہیں، شقی کو سعید کر دیتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ اہل اللہ کی صحبت اور مجالس ان تجلیات کا مکان ہیں۔ شقاوت کو دور کرنے کے لیے اور سعادت دائمی حاصل کرنے کے لیے اہل اللہ کی

صحبت میں یہ ہوائیں ملتی ہیں جہاں یہ تجلیات نازل ہوتی ہیں۔ (مواہب ربانیہ ص 361 تا 363)

فقہ کی اہمیت محدثین کی نظر میں

حضرت مولانا خالد محمود صاحب

پی ایچ ڈی لندن

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر مسئلہ چلا کہ قبر مبارک بصورتِ لحد کھودی جائے یا بصورتِ شق۔ صحابہ رضی اللہ عنہم جنہوں نے دن رات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس پائی تھی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کئی جنازے بھی پڑھے تھے سب موجود تھے۔ بایں ہمہ ان کی نظر ان بزرگوں پر تھی جو فقہاء سمجھے جاتے تھے۔ مشہور محدث، جلیل القدر تابعی ہشام بن عروہ رحمہ اللہ م 146ھ کہتے ہیں: فقہاء کرام نے اسے بصورتِ لحد تجویز کیا۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ اسلام میں فقہاء کی اہمیت اور برتری شروع سے مسلم چلی آرہی ہے۔

1: مشہور محدث حافظ ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ رحمہ اللہ م 235ھ

المصنف باب اللحد للہمیت میں ایک سند اس طرح لائے ہیں:

حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ فَكَّهٍ أَهْلِ الْمَدِينَةِ، قَالَ: كَانَ بِالْمَدِينَةِ رَجُلَانِ يَجْعَلَانِ الْقُبُورَ، قَالَ: فَكَانَ أَحَدُهُمَا يَشُقُّ وَالْآخَرُ يَلْعَدُ، فَلَمَّا تَوَقَّعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْخ

(المصنف ج 3 ص 13)

2: سفیان الثوری رحمہ اللہ م 161ھ فرماتے ہیں: فقیہ ایک بھی ہو تو کئی علماء پر

بھاری ہے: لو ان فقیہا علی راس جبل لکان هو الجباعة۔ (شرح السنۃ ج 1 ص 279)

ترجمہ: اگر ایک فقیہ پہاڑ کی چوٹی پر بیٹھا ہو تو (گو وہ ایک ہے) وہ جماعت شمار ہو گا۔

3: لیث بن سعد مصری رحمہ اللہ م 175ھ فرماتے ہیں:

الحديث مضلة الال للعلماء

(ترتیب المدارک ج 1 ص 96)

ترجمہ: حدیث رستے کو بھلا دینے والی ہے مگر علماء ہیں جو اسے سمجھ پاتے ہیں۔

یعنی حدیث اپنے پیرایہ اختلاف کے بھنور میں اور پس منظر اور پیش منظر کے مباحث میں رستے سے دور جا ڈالتی ہے۔ یہ صرف فقہ جاننے والے ہیں جو اس کی مراد کو پالیتے ہیں۔ حضرت سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ نے یہاں علماء کا معنی فقہاء ہی کیا ہے۔

4: امام مالک رحمہ اللہ م 179ھ آپ نے اپنے دو بھانجوں ابو بکر اور اسماعیل کو کہا تم حدیث سننے اور لکھنے میں زیادہ دلچسپی لیتے ہو۔ اگر تم چاہتے ہو کہ اس علم سے نفع پاؤ اور دوسروں کو پہنچاؤ تو حدیث روایت کرنا کم کرو اور حدیث میں فقہ حاصل کرنے میں محنت کرو۔ یعنی جمع روایت میں تم صرف محدث بنو گے فقہ سے تم صحیح عالم بن پاؤ گے۔ اوصی الامام مالک ابی اختہ ابابکر واسماعیل ابی ابی اویس فقال لهما: اراكما تحبان هذا الشأن جمع الحديث وسماعه وتطلبانه قال نعم قال ان احببتم ان تنتفعابه وينفع الله بكم فاقلا منه وتفقهها

(رواہ الرامہرمزی فی المحدث الفاضل ص 242، 559، الخطیب فی الفقیہ والمتفقہ ج 2 ص 82)

امام مالک رحمہ اللہ کی یہ نصیحت بھی یاد رکھیں۔ سلّموا للائمة ولا تجادلوهم
فلو كنا كلما جاء رجل اجل من رجل لخفنا ان نقع في رد ما جاء به جبريل عليه السلام

(الميزان الكبرى للشعراني ج 1 ص 51)

ترجمہ: اماموں کی بات مان لیا کرو، ان سے جھگڑا نہ کرو، ہمارے پاس جب بھی بڑے سے بڑا مناظر آیا ہمیں اندیشہ ہوا کہیں ہم قرآن کی تردید کے درپے نہ ہو جائیں۔

5: عبد اللہ بن وہب رحمہ اللہ م 197ھ امام لیث اور امام مالک رحمہما اللہ کے نامور شاگرد کہتے ہیں:

کل صاحب حدیث لیس له امام فی الفقه فهو ضال ولو لا ان الله انقذنا بمالك والیث لضللنا

(کتاب الجامع للقیروانی ص 117)

ترجمہ: ہر اہل حدیث جس کا فقہ میں کوئی امام نہیں وہ راہ بھٹکا ہے اور اگر اللہ تعالیٰ ہمیں امام مالک اور حضرت لیث بن مسعود رحمہما اللہ کے ذریعہ اس الجھاؤ سے (جو حدیث میں پیش آتا ہے) نہ نکالتا تو ہم بھی بھٹک جاتے۔

6: حضرت سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ م 198ھ: الحدیث مضلة الا للفقهاء، (کتاب الجامع للقیروانی ص 118)

ترجمہ: حدیث فقہاء کے سوا سب کو راستے سے بچلا دیتی ہے۔ اور یہ بھی فرمایا: التسليم للفقهاء سلامة فی الدین،

(ایضاً)

ترجمہ: فقہاء کی بات تسلیم کرنا دین کی سلامتی کی ضمانت ہے۔

7: حضرت امام و کعب بن الجراح رحمہ اللہ م 197ھ لکھتے ہیں: حدیث یتداولہ الفقهاء خیر من ان یتداولہ الشیوخ۔

(معرفة علوم الحديث ص 11)

ترجمہ: حدیث فقہاء کے ہاتھ لگے اس سے بہتر ہے کہ اسے حدیث کے اساتذہ ہی روایت کرتے رہیں۔

فضائل و مسائل قربانی

منتکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ

قربانی کی اہمیت:

قربانی ایک عظیم الشان عبادت ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کے زمانے سے شروع ہوئی اور اُمتِ محمدیہ علی صاحبہا السلام تک مشروع چلی آرہی ہے، ہر مذہب و ملت کا اس پر عمل رہا ہے۔ قرآن کریم میں ایک جگہ ارشاد ہے:

”وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا لِيَذْكُرُوا انَّمَا لِلَّهِ عَلَى مَا رَزَقَهُمْ مِنْ بَيْمَاتٍ

(حج: 34)

الْأَنْعَامِ“ الآية

ترجمہ: ہم نے ہر امت کے لئے قربانی مقرر کی تاکہ وہ چوپایوں کے مخصوص جانوروں پر اللہ کا نام لیں جو اللہ تعالیٰ نے عطاء فرمائے۔

قربانی کا عمل اگرچہ ہر امت میں جاری رہا ہے لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ میں خصوصی اہمیت اختیار کر گیا، اسی وجہ سے اسے ”سنتِ ابراہیمی“ کہا گیا ہے۔ کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے محض خدا کی رضامندی کے لیے اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو قربانی کیلئے پیش کیا تھا۔ اسی عمل کی یاد میں ہر سال مسلمان قربانیاں کرتے ہیں۔ اس قربانی سے ایک اطاعت شعار مسلمان کو یہ سبق ملتا ہے کہ وہ رب کی فرمانبرداری اور اطاعت میں ہر قسم کی قربانی کے لئے تیار رہے اور مال و متاع کی محبت کو

چھوڑ کر خالص اللہ تعالیٰ کی محبت دل میں پیدا کرے۔ نیز قربانی کرتے وقت یہ بات بھی ملحوظ رہنی چاہئے کہ قربانی کی طرح دیگر تمام عبادات میں مقصود رضا الہی رہے، غیر کے لیے عبادت کا شائبہ تک دل میں نہ رہے۔ گویا مسلمان کی زندگی اس آیت کی عملی تفسیر بن جائے:

”إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ“ (انعام: 162)

ترجمہ: میری نماز، میری قربانی، میرا جینا، میرا مرنا، سب اللہ کی رضا مندی کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔

قربانی کی اہمیت اس بات سے بھی واضح ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر مداومت فرمائی ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ”أَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِينَةِ عَشْرَ سِنِينَ يُضَحِّي“

(جامع الترمذی: ج 1، ص: 409: ابو اب الاضحی)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں دس سال قیام فرمایا (اس قیام کے دوران) آپ قربانی کرتے رہے۔

قربانی کے فضائل:

کئی احادیث میں قربانی کے فضائل وارد ہیں۔ چند یہ ہیں۔

(1): عَنْ زَيْدِ ابْنِ أَرْقَمٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ أَصْحَابُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا رَسُولَ اللَّهِ! مَا هَذِهِ الْأَصَاحِيُّ قَالَ سُنَّهٗ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالُوا فَمَا لَنَا فِيهَا يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ بِكُلِّ شَعْرَةٍ حَسَنَةٍ قَالُوا فَالضُّوْفُ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ بِكُلِّ شَعْرَةٍ مِنَ الضُّوْفِ حَسَنَةٌ. (سنن ابن ماجہ ص 226 باب ثواب الاضحية)

ترجمہ: حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم نے سوال کیا: یا رسول اللہ! یہ قربانی کیا ہے؟ (یعنی قربانی کی حیثیت کیا ہے؟) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کی سنت (اور طریقہ) ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ ہمیں اس قربانی کے کرنے میں کیا ملے گا؟ فرمایا ہر بال کے بدلے میں ایک نیکی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے (پھر سوال کیا) یا رسول اللہ! اون (کے بدلے میں کیا ملے گا) فرمایا: اون کے ہر بال کے بدلے میں نیکی ملے گی۔

(2) ”عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَا عَمِلَ آدَمِيُّ مِنْ عَمَلٍ يَوْمَ النَّحْرِ أَحَبَّ إِلَى اللَّهِ مِنْ إِهْرَاقِ الدَّمِ أَنَّهُ لَيَبْتَأَ فِي يَوْمِ الْقِيَامَةِ بِقُرُونِهَا وَأَشْعَارِهَا وَأَخْلَافِهَا وَإِنَّ الدَّمَ يَقَعُ مِنَ اللَّهِ بِمَكَانٍ قَبْلَ أَنْ يَقَعُ مِنَ الْأَرْضِ فَطَيَّبُوا بِهَا نَفْسًا“ (جامع ترمذی ج 1 ص 275 باب ما جاء في فضل الاضحية)

ترجمہ: عید الاضحی کے دن کوئی نیک عمل اللہ تعالیٰ کے نزدیک قربانی کا خون بہانے سے محبوب اور پسندیدہ نہیں اور قیامت کے دن قربانی کا جانور اپنے بالوں، سینگوں اور کھروں سمیت آئے گا اور قربانی کا خون زمین پر گرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے ہاں شرف قبولیت حاصل کر لیتا ہے، لہذا تم خوش دلی سے قربانی کیا کرو۔

(3) ”عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَنْفَقَتِ الْوَرَقُ فِي شَيْءٍ أَفْضَلَ مِنْ نَحِيرَةٍ فِي يَوْمِ الْعِيدِ“ (سنن الدارقطنی ص 774 باب الذبايح، سنن الکبریٰ للبیہقی ج 9 ص 261)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کسی خرچ کی فضیلت اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہ نسبت اس خرچ کے جو بقرہ عید والے دن قربانی پر کیا جائے ہرگز نہیں۔

قربانی کے مسائل:

(1) قربانی واجب ہے:

ہر صاحبِ نصاب پر قربانی کرنا واجب ہے۔ اس بارے میں قرآن و سنت میں کئی دلائل موجود ہیں۔ چند یہ ہیں:

(1) ”فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ“ (الکؤثر: 2)

ترجمہ: آپ اپنے رب کی نماز پڑھیں اور قربانی کریں۔

مشہور مفسر علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ اس آیت کے تحت

لکھتے ہیں:

”قَالَ عِكْرَمَةُ وَعَطَاءٌ وَقَتْنَا ذَهْ فَصَلِّ لِرَبِّكَ صَلَوةَ الْعِيدِ يَوْمَ النَّحْرِ وَنَحْرُ نُسُكِكَ

فَعَلَى هَذَا يَثْبُتُ بِهِ وَجُوبُ صَلَوةِ الْعِيدِ وَالْأُضْحِيَّةِ“ (تفسیر مظہری: ج: 10: ص: 353)

ترجمہ: حضرت عکرمہ، حضرت عطاء اور حضرت قتادہ رحمہم اللہ فرماتے ہیں

کہ ”فَصَلِّ لِرَبِّكَ“ میں ”فصل“ سے مراد ”عید کی نماز“ اور ”وانحر“ سے مراد ”

قربانی“ ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ نماز عید اور قربانی واجب ہے۔

علامہ ابو بکر جصاص رحمہ اللہ اپنی تفسیر ”احکام القرآن“ میں فرماتے ہیں:

”قَالَ الْحَسَنُ صَلَوةُ يَوْمِ النَّحْرِ وَنَحْرُ الْبَدَنِ... قَالَ أَبُو بَكْرٍ هَذَا التَّوَابِيلُ يَتَضَمَّنُ

مَعْنَيَيْنِ: أَحَدُهُمَا إِيْجَابُ صَلَوةِ الْأُضْحَى وَالثَّانِي وَجُوبُ الْأُضْحِيَّةِ“

(احکام القرآن للجصاص ج 3 ص 419 تحت سورة الكؤثر)

ترجمہ: حضرت حسن بصری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس آیت ”فَصَلِّ لِرَبِّكَ“ میں جو نماز کا ذکر ہے اس سے عید کی نماز مراد ہے اور ”وانحر“ سے قربانی مراد ہے۔ حضرت ابو بکر جصاص رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس سے دو باتیں ثابت ہوتی ہیں:-

1: عید کی نماز واجب ہے۔ 2: قربانی واجب ہے۔

3: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے :

”أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ كَانَ لَهُ سَعَةٌ وَلَمْ يُضَحِّ فَلَا يَقْرَبَنَّ مُصَلَّاتًا“-(سنن ابن ماجہ ص 226 باب الاضاحی ہی واجبة ام لا، مسند احمد ج 2 ص 321 رقم 8254، السنن الكبرى ج 9 ص 260 کتاب الضحایا، کنز العمال رقم 12261)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کو قربانی کی وسعت حاصل ہو اور وہ قربانی نہ کرے تو وہ ہماری عید گاہ کے قریب نہ بھٹکے۔

وسعت کے باوجود قربانی نہ کرنے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سخت وعید ارشاد فرمائی اور وعید ترک واجب پر ہوتی ہے۔ تو معلوم ہوا قربانی واجب ہے۔

(3) حضرت مخنف بن سلیم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

”كُنَّا وَقُوفًا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَرَفَةَ فَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ عَلَى كُلِّ أَهْلِ بَيْتٍ فِي كُلِّ عَامٍ أَضْحِيَّةً وَعَتِيرَةً“-(سنن ابن ماجہ ص 226 باب الاضاحی ہی واجبة ام لا، سنن نسائی ج 2 ص 188 کتاب الفرع والعتيرة)

ترجمہ: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عرفات میں ٹھہرے ہوئے

تھے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے لوگو! ہر گھروالوں پر ہر سال قربانی اور عتیرہ واجب ہے۔

اس حدیث سے دو قسم کی قربانیوں کا حکم معلوم ہوا ایک عید الاضحیٰ کی قربانی اور دوسرا عتیرہ۔

فائدہ: ”عتیرہ“ اس قربانی کو کہا جاتا ہے جو زمانہ جاہلیت میں رجب کے مہینے میں بتوں کے نام پر ہوتی تھی پھر اسلام آنے کے بعد اللہ تعالیٰ کے نام پر ہونے لگی، لیکن بعد میں اسے منسوخ فرمادیا گیا۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: ”تَمَلَّی رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْفَرْعِ وَالْعَتِيرَةِ“ (سنن النسائی ج 2 ص 188 کتاب الفرع والعتیرہ)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرع اور عتیرہ سے منع فرمادیا۔ فائدہ: ”فرع“ اس بچے کو کہا جاتا تھا جو اونٹنی پہلی مرتبہ جنتی تھی اور اس کو بتوں کے نام پر قربان کیا جاتا تھا، ابتدا اسلام میں یہ اللہ تعالیٰ کے نام پر ذبح ہوتی رہی لیکن بعد اسے میں منسوخ کر دیا گیا۔

(زہر الرئی علی النسائی للسیوطی ج 2 ص 188)

(4) حضرت جناب بن سفیان الجلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں: ”شَهِدْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ التَّحْرِيقِ قَالًا: مَنْ ذَبَحَ قَبْلَ الصَّلَاةِ فَلْيُعِدْ مَكَانَهَا أُخْرَى وَمَنْ لَعَزَّ يَذْبَحْ فَلْيَذْبَحْ“

(صحيح البخارى ج 2 ص 843 باب من ذبح قبل الصلوة اعاد)

ترجمہ: میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عید الاضحیٰ کے دن حاضر ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے عید کی نماز سے پہلے (قربانی کا

جانور) ذبح کر دیا تو اسے چاہیے کہ اس جگہ دوسری قربانی کرے اور جس نے (عید کی نماز سے پہلے) ذبح نہیں کیا تو اسے چاہئے کہ (عید کی نماز کے) بعد ذبح کرے۔

اس میں آپ علیہ السلام نے عید سے پہلے قربانی کرنے کی صورت میں دوبارہ لوٹانے کا حکم دیا جو اس بات کی دلیل ہے کہ قربانی واجب ہے۔
(2) قربانی کس پر واجب ہے؟

جس مرد و عورت میں قربانی کے ایام میں درج ذیل باتیں پائی جاتی ہوں اس پر قربانی واجب ہے:
 (1) مسلمان ہو۔

دلیل: ”لَا تَمْنَاهَا قُرْبَةً وَالْكَافِرُ لَيْسَ مِنْ أَهْلِ الْقُرْبِ“ (بدائع الصنائع: ج 4، ص 195)
 قربانی عبادت و قربت کا نام ہے اور کافر عبادت اور قربت کا اہل نہیں۔
 (2) آزاد ہو۔

دلیل: ”لَا إِنَّ الْعَبْدَ لَا يَمْلِكُ“ (البحر الرائق: ج 2، ص: 271)
 ترجمہ: قربانی غلام پر واجب نہیں کیوں کہ وہ کسی چیز کا مالک نہیں ہوتا۔
 (3) صاحب نصاب ہو۔

دلیل: ”عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ كَانَ لَهُ سَعَةٌ وَلَعَدٍ يُصَحِّحُ فَلَا يَقْرَبَنَّ مُصَلًّا نَا“

(سنن ابن ماجہ: ص 226، باب الاضاحی ہی واجبة ام لا)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و

سلم نے فرمایا: جس شخص کو وسعت ہو اس کے باوجود قربانی نہ کرے تو وہ ہماری عید گاہ میں نہ آئے۔

اس سے معلوم ہوا کہ قربانی کے لیے صاحب وسعت ہونا ضروری ہے جسے ”صاحب نصاب“ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ (اس کی تفصیل آگے آرہی ہے) (4) مقیم ہو، مسافر پر قربانی واجب نہیں۔

دلیل: ”عَنْ عَلِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ لَيْسَ عَلَى الْمُسَافِرِ أُضْيِيَّةٌ“

(المحلى بالآثار لابن حزم: ج 6، ص 37، مسئلہ نمبر 979)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مسافر پر قربانی واجب نہیں۔

(3) قربانی کا نصاب:

قربانی واجب ہونے کا نصاب وہی ہے جو نصاب صدقۃ الفطر کے واجب ہونے کا ہے۔ (الفتاویٰ الہندیہ: ج 5 ص 360، کتاب الاخصیہ)

پس جس مرد یا عورت کی ملکیت میں ساڑھے سات تولہ سونایا ساڑھے باون تولہ چاندی یا نقدی مال یا تجارت کا سامان یا ضرورت سے زائد سامان میں سے کوئی ایک چیز یا ان پانچوں چیزوں یا بعض کا مجموعہ ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کے برابر ہو تو ایسے مرد و عورت پر قربانی کرنا واجب ہے۔ (الجوبرة النيرة: ج 1 ص 160، باب من يجوز دفع الصدقة اليه ومن لا يجوز)

یاد رہے کہ وہ اشیاء جو ضرورت و حاجت کی نہ ہوں بلکہ محض نمود و نمائش کی ہوں یا گھروں میں رکھی ہوئی ہوں اور سارا سال استعمال میں نہ آتی ہوں تو وہ بھی نصاب میں شامل ہوں گی۔

(بدائع الصنائع: ج 2 ص 158، 159، ردالمحتار ج 3 ص 346 باب مصرف الزکوة والعشر)

(4) قربانی کے جانور:

جو جانور قربانی کے لیے ذبح کئے جا سکتے ہیں: بھیڑ، بکری، گائے، بھینس، اونٹ (نر، مادہ) ہیں۔

دلیل: قال الله تعالى: "تَمَائِيَةَ أَزْوَاجٍ مِنَ الضَّأْنِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْمَعْزِ اثْنَيْنِ... وَمِنَ الْإِبِلِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْبَقَرِ اثْنَيْنِ" (انعام: 143، 144)

ترجمہ: آٹھ جانور ہیں دو بھیڑوں میں سے اور دو بکریوں میں سے، دو اونٹوں میں سے اور دو گائیوں میں سے۔

فائدہ: قربانی کے جانوروں میں بھینس بھی داخل ہے کیونکہ یہ بھی گائے کی ایک قسم ہے، لہذا بھینس کی قربانی بھی جائز ہے۔

دلیل (1): اجماع امت: "وَأَجْمَعُوا عَلَى أَنَّ حُكْمَ الْجَوَامِيسِ حُكْمُ الْبَقَرِ" (کتاب الاجماع لابن المنذر: ص 37)

ترجمہ: ائمہ حضرات کا اس بات پر اجماع ہے کہ بھینس کا حکم گائے والا ہے۔ (2) لغت: "الْجَامُوسُ صَرْبٌ مِّنْ كِبَارِ الْبَقَرِ" (المنجد: ص 101)

ترجمہ: بھینس گائے کی ایک قسم ہے۔

(3) حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے: "الْجَامُوسُ بِمَنْزِلَةِ الْبَقَرِ" (مصنف ابن ابی شیبہ: ج 7، ص 65، رقم: 10848)

ترجمہ: بھینس گائے کے درجہ میں ہے۔

(4) امام مالک بن انس مدنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "إِنَّمَا هِيَ بَقَرٌ كُلُّهَا" (موطا امام مالک: ص 294، باب ما جاء في صدقة البقر)

ترجمہ: یہ بھینس گائے ہی ہے (یعنی گائے کے حکم میں ہے)

ایک مقام پر فرماتے ہیں: ”الْجَوَامِئُ وَالْبَقَرُ سَوَاءٌ“

(کتاب الاموال لابن عبید: ج 2، ص 385، رقم: 812)

ترجمہ: گائے اور بھینس برابر ہیں (یعنی ایک قسم کی ہیں)۔

(5) امام سفیان ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”تُحْسَبُ الْجَوَامِئُ مَعَ الْبَقَرِ“

(مصنف عبدالرزاق: ج 4، ص 23، رقم الحديث: 6881)

ترجمہ: بھینسوں کو گائے کے ساتھ شمار کیا جائے گا۔

فائدہ: حلال جانور کے سات اعضاء کھانا مکروہ ہیں۔

دلیل: عَنْ مُحَمَّدٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكْرَهُ مِنَ الشَّاةِ سَبْعًا: الذَّمَّ وَالْحَيَاءَ وَالْأُنْفَيَيْنِ وَالْغُدَّ وَالذَّكَرَ وَالْمَثَانَةَ وَالْمَرَارَةَ

(مصنف عبدالرزاق: ج 4، ص 409، السنن الكبرى للسيهتي: ج 10، ص 7، باب ما يكره من الشاة)

ترجمہ: حضرت مجاہد بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بکری کے سات اعضاء کھانے کو پسند نہیں کرتے تھے۔

(1) خون (2) مادہ جانور کی شرمگاہ

(3) خصیتین (4) غدود

(5) نر جانور کی پیشاب گاہ (6) مثانہ (7) پتہ

(5) جانور کی عمر:

قربانی کے جانوروں میں بھیڑ، بکری ایک سال، گائے، بھینس دو سال اور اونٹ پانچ سال کا ہونا ضروری ہے، البتہ وہ بھیڑ اور دنبہ جو دیکھنے میں ایک سال کا لگتا ہو اس کی قربانی بھی جائز ہے۔

دلیل: ”عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ

سَلَّمَ لَا تَذْبَحُوا إِلَّا مُسِنَّةً إِلَّا أَنْ يُعَسَّرَ عَلَيْكُمْ فَتَذْبَحُوا جَذَعَةً مِنَ الضَّأْنِ“

(صحیح مسلم: ج 2، ص 155 باب سن الاضحية)

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قربانی کے لیے عمر والا جانور ذبح کرو، ہاں اگر ایسا جانور میسر نہ ہو تو پھر چھ ماہ کا دنبہ ذبح کرو جو سال کا لگتا ہو۔

اس حدیث میں دو باتیں قابل غور ہیں:

نمبر 1: اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کے جانور کے لیے لفظ ”مسنہ“ استعمال فرمایا ہے، بقول امام ترمذی رحمہ اللہ فقہاء کرام احادیث کے معانی و مطالب زیادہ جانتے ہیں۔

(جامع الترمذی: ج 1، ص 193 باب غسل المیت)

چنانچہ جمہور فقہاء کرام رحمہم اللہ نے ”مسنہ“ کا مطلب یہ بیان فرمایا کہ اس سے مراد ”الثنی“ یعنی وہ جانور ہے جس میں عمر کا لحاظ رکھا گیا ہو، چنانچہ بھیڑ، بکری ایک سال کی ہو، گائے اور بھینس دو سال کی اور اونٹ پانچ سال کا ہو۔ چند تصریحات ملاحظہ ہوں:

(1) مشہور محدث و فقیہ علامہ ابوالحسین القدوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”إِنَّ الْفُقَهَاءَ قَالُوا... وَالثْنَى مِنَ الْغَنَمِ ابْنُ سَنَةٍ وَالثْنَى مِنْهُ مِنَ الْبَقَرِ ابْنُ سَنَتَيْنِ وَالثْنَى مِنَ الْإِبِلِ ابْنُ خَمْسٍ“
(الفتاویٰ عالمگیری: ج 5، ص 367)

ترجمہ: حضرات فقہاء کرام یہ فرماتے ہیں کہ بھیڑ، بکری ایک سال کی، گائے دو سال اور اونٹ پانچ سال کا ہو۔

(2) محدث و فقیہ علامہ زین الدین ابن نجیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”وَالثْنَى مِنْ

الضَّانِ وَالْمَعْرِ ابْنُ سَنَةٍ وَمِنَ الْبَقَرِ ابْنُ سَنَتَيْنِ وَمِنَ الْإِبِلِ ابْنُ خَمْسِ سِنِينَ“
(البحر الرائق: ج 8 ص 201 کتاب الاضحية)

ترجمہ: بھیڑ اور بکری ایک سال کی، اور گائے دو سال کی، اور اونٹ پانچ سال کا ہو۔

اور یہی تعریف ان کتب میں بھی موجود ہے:

(۱) بذل الجہود شرح سنن ابی داؤد: ج 4 ص 71

(۲) تكملة فتح الملمم شرح صحیح مسلم: ج 3 ص 558

نمبر 2: مذکورہ حدیث میں ”مسنہ“ نہ ملنے کی صورت میں ”جذعۃً مِّنَ الضَّانِ“ کا حکم فرمایا اس سے مراد وہ دنبہ ہے جو چھ ماہ کا ہو۔ مگر دیکھنے میں ایک سال کا لگتا ہو۔ چنانچہ علامہ زین الدین ابن نجیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”وَقَالُوا هَذَا إِذَا كَانَ الْجَذْعُ عَظِيماً يَحْيَتْ لَوْ حَلَطَ بِالشَّيْبَاتِ يَشْتَبِهَ عَلَى النَّاطِرِينَ وَالْجَذْعُ مِنَ الضَّانِ مَا تَمَثَّلَ لَهُ سِتَّةُ أَشْهُرٍ عِنْدَ الْفُقَهَاءِ“

(البحر الرائق: ج 8 ص 202 کتاب الاضحية)

ترجمہ: حضرات فقہاء فرماتے ہیں کہ اس سے مراد وہ دنبہ ہے جو اتنا بڑا ہو اگر اس کو سال والے دنبوں میں ملا دیا جائے تو دیکھنے میں سال والوں کے مشابہ ہو اور حضرات فقہاء کے نزدیک جذع (دنبہ) وہ ہے جو چھ ماہ مکمل کر چکا ہو۔

(6) شرکاء اور ان کی تعداد:

قربانی کا جانور اگر اونٹ گائے یا بھینس ہو تو اس میں سات آدمی شریک ہو سکتے ہیں:

دلیل (1): ”عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُهْلِينَ بِالنَّحْيِ فَأَمَرَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نَشْتَرِكَ فِي الْإِبِلِ وَالْبَقَرِ كُلِّ سَبْعَةٍ مِثْلًا فِي بَدَنَةٍ“ (صحيح مسلم: ج 1، ص 424 باب جواز الاشتراك الخ)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کا احرام باندھ کر نکلے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ہم اونٹ اور گائے میں سات سات (آدمی) شریک ہو جائیں۔

دلیل (2): ”عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ تَخْرُجُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَهُ الْمُحْدِثِ يَوْمَ الْبَدَنَةِ عَنْ سَبْعَةٍ وَالْبَقَرِ عَنْ سَبْعَةٍ“ (صحيح مسلم ج 1 ص 424 باب جواز الاشتراك الخ)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نے حدیبیہ والے سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قربانی کی۔ چنانچہ اونٹ سات آدمیوں کی طرف سے اور گائے بھی سات آدمیوں کی طرف سے قربان کی۔

اگر قربانی کا جانور بکری یا بھیڑ ہو تو وہ صرف ایک آدمی کی طرف سے کفایت کرتی ہے:

دلیل (1): حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: ”أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ إِنَّ عَلَى بَدَنَةٍ وَأَنَا مُوسِرٌ بِهَا وَلَا أَجِدُهَا فَأَشْتَرِيهَا فَأَمَرَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَبْتَاعَ سَبْعَ شِيَاخٍ فَيَذْبُحَهُنَّ“

(سنن ابن ماجہ: ص 226، کتاب الاضاحی باب کم یجزي من الغنم عن البدنة)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ایک شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور عرض کی کہ مجھ پر ایک بڑا جانور (اونٹ)

یا گائے) واجب ہو چکا ہے اور میں مالدار ہوں اور مجھے بڑا جانور نہیں مل رہا کہ میں اسے خرید لوں (لہذا اب کیا کروں؟) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سات بکریاں خرید لو اور انہیں ذبح کر لو۔

اس حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑے جانور کو سات بکریوں کے برابر شمار کیا اور بڑے جانور میں قربانی کے سات حصے ہو سکتے ہیں اس سے زیادہ نہیں۔ معلوم ہوا کہ ایک بکری یا ایک دنبہ کی قربانی ایک سے زیادہ افراد کی طرف سے جائز نہیں۔

دلیل (2): حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے: ”الْشَّاةُ عَنْ وَاحِدٍ“ (اعلاء السنن: ج 17، ص 210، باب ان البدنة عن سبعة)

ترجمہ: بکری ایک آدمی کی طرف سے ہوتی ہے۔

(7) قربانی کے دن:

قربانی کے تین دن ہیں: 10.11.12 ذوالحجہ۔

دلیل (1): قال الله تعالى: لِيَشْهَدُوا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ فِي أَيَّامٍ مَّعْلُومَاتٍ“ (الحج: 28)

ترجمہ: تاکہ اپنے فوائد کیلئے آموجود ہوں اور ایام مقررہ میں ان مخصوص چوپائیوں پر اللہ کا نام لیں۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”قَالَ الْمَعْلُومَاتُ يَوْمُ النَّحْرِ وَيَوْمَانِ بَعْدَهُ“ (تفسیر ابن ابی حاتم الرازی: ج 6، ص 261)

ترجمہ: ایام معلومات سے مراد یوم نحر (10 ذوالحجہ) اور اس کے بعد دو دن ہیں۔

دلیل (2): ”عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَحَّيْ مِنْكُمْ فَلَا يُصْبِحَنَّ بَعْدَ ثَلَاثَةِ وَبَقِيَّ فِي بَيْتِهِ مِنْهُ شَيْءٌ“

(صحیح بخاری: ج 2، ص 835، باب ما يؤكل من لحوم الاضاحی)

ترجمہ: حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں جو شخص قربانی کرے تو تیسرے دن کے بعد اس کے گھر میں قربانی کے گوشت میں سے کچھ نہ رہنا چاہئے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قربانی کے دن تین ہی ہیں، اس لئے کہ جب چوتھے دن قربانی کا بچا ہوا گوشت رکھنے کی اجازت نہیں تو پورا جانور ذبح کرنے کی اجازت کہاں سے ہوگی؟

فائدہ: تین دن کے بعد قربانی کا گوشت رکھنے کی ممانعت ابتدائے اسلام میں تھی، بعد میں اجازت دی گئی کہ اسے تین دن کے بعد بھی رکھا جاسکتا ہے۔ (مسند درک حاکم ج 4 ص 259)

اس سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ ”جب تین کے بعد گوشت رکھنے کی اجازت مل گئی تو تین دن کے بعد بھی قربانی کی جاسکتی ہے“ اس لیے کہ گوشت تو سارا سال بھی رکھا جاسکتا ہے تو کیا قربانی کی اجازت سارا سال ہو گی، ہر گز نہیں۔ تین دن کے بعد قربانی کی اجازت نہ پہلے تھی اور نہ اب ہے۔

دلیل (3): حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی یہی منقول ہے کہ قربانی کے دن تین ہی ہیں۔ (مؤطا امام مالک ص 497، کتاب الضحایا)

دلیل (4): ”عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ: النَّحْرُ يَوْمَانِ بَعْدَ يَوْمِ النَّحْرِ وَأَفْضَلُهَا يَوْمُ النَّحْرِ“ (احکام القرآن للطحاوی: ج 2 ص 205)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قربانی کے دن (دس ذوالحجہ) اور اس کے بعد کے دو دن ہیں، البتہ یوم النحر (دس ذوالحجہ) کو قربانی کرنا افضل ہے۔

(8) قربانی کا وقت:

قربانی کا وقت شہر والوں کے لیے نماز عید ادا کرنے کے بعد اور دیہات والوں کے لیے جن پر نماز جمعہ فرض نہیں، صبح صادق سے شروع ہو جاتا ہے لیکن سورج طلوع ہونے کے بعد ذبح کرنا بہتر ہے۔

(فتاویٰ قاضیخان، فتاویٰ شامی)

چنانچہ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: ”سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ فَقَالَ: إِنَّ أَوَّلَ مَا نَبْدَأُ بِهِ مِنْ يَوْمِنَا هَذَا أَنْ نُصَلِّيَ ثُمَّ نَرْجِعَ وَنَنْحَرَ فَمَنْ فَعَلَ فَقَدْ أَصَابَ سُنَّتَنَا وَمَنْ نَحَرَ فَإِنَّمَا هُوَ لَحْمٌ يُقَدِّمُهُ لِأَهْلِهِ لَيْسَ مِنَ النَّسِكَ فِي شَيْءٍ“۔

(صحیح البخاری: ج 2، ص 834 کتاب الاضاحی باب الذبح بعد الصلوة)

ترجمہ: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ ہمارے اس عید کے دن میں سب سے پہلا کام یہ ہے ہم نماز پڑھیں پھر واپس آکر قربانی کریں جس نے ہمارے اس طریقہ پر عمل کیا یعنی عید کے بعد قربانی کی تو اس نے ہمارے طریقے کے مطابق درست کام کیا اور جس نے نماز سے پہلے قربانی کر دی تو وہ ایک گوشت ہے جو اس نے اپنے گھر والوں

س کے لیے تیار کیا ہے اس کا قربانی سے کوئی تعلق نہیں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز عید سے پہلے قربانی کرنے سے منع فرمایا ہے، دیہات میں چونکہ نماز عید کا حکم نہیں ہے، اس لئے وہاں اس شرط کا وجود ہی نہیں تو ان کے لیے یہ حکم نہ ہوگا۔ وہاں قربانی کے وقت کا شروع ہونا ہی کافی ہوگا اور اس کا آغاز طلوع فجر سے ہو جاتا ہے۔

(9) عمومی مسائل:

(1) خصی جانور کی قربانی کرنا جائز بلکہ افضل ہے۔

(سنن ابی داؤد ج2 ص386 باب ما یستحب من الضحایا)

(2) اگر کوئی آدمی عقیقہ کی نیت سے قربانی کے جانور میں اپنا حصہ رکھ لے تو یہ جائز ہے۔

(فتاویٰ عالمگیریہ ج5 ص375)

(3) ایسا لنگڑا جانور جو چلتے وقت پاؤں زمین پر بالکل نہ رکھ سکتا ہو اس کی قربانی جائز نہیں البتہ اگر وہ چلنے میں اس پاؤں سے کچھ سہارا لیتا ہو تو اس کی قربانی جائز ہے۔

(سنن ابی داؤد: ج2، ص387، ردالمحتار: ج9، ص536 کتاب الاضعیہ)

(4) اگر جانور کے اکثر دانت ٹوٹے ہوئے ہوں کہ چارہ بھی نہ کھا سکتا ہو تو اس کی قربانی جائز نہیں، ہاں اگر چارہ کھا سکتا ہو تو قربانی جائز ہے۔

(ردالمحتار ج9 ص537 کتاب الاضعیہ)

(5) جس جانور کی پیدائشی طور پر ایک یا دونوں کان نہ ہوں یا کان کا تیسرا یا اس سے زیادہ حصہ کٹا یا چرا ہوا ہو تو اس کی قربانی جائز نہیں۔ ہاں

اگر تیسرے سے کم حصہ کٹا ہوا ہو تو اس کی قربانی جائز ہے۔

(جامع الترمذی: ج 1، ص 275، باب الاضاحی، ردالمحتار: ج 9، ص 537، کتاب الاضحیہ)

(6) اگر جانور کا سینگ ٹوٹا ہوا ہے لیکن جڑ سے نہیں اکھڑا تو اس کی

قربانی جائز ہے اور اگر جڑ سے اکھڑ چکا ہو تو اس کی قربانی جائز نہیں۔

(سنن الطحاوی: ج 2، ص 271، باب العیوب التي لا يجوز الهدایا والضحایا، ردالمحتار: ج 9، ص 535)

کتاب الاضحیہ)

(7) جانور کی دم اگر تہائی سے کم کٹی ہوئی ہو تو قربانی جائز ہے اگر تہائی

یا اس سے زائد کٹی ہوئی ہو تو قربانی جائز نہیں ہے۔

(اعلاء السنن: ج 17، ص 237، فتاویٰ عالمگیریہ: ج 5، ص 368)

(8) گائے یا بھینس وغیرہ کا ایک تھن خراب اور باقی تین ٹھیک ہوں

تو قربانی جائز ہے اور اگر دو تھن خراب ہوں تو قربانی جائز نہیں۔ اسی طرح

بکری وغیرہ کا ایک تھن خراب ہو تو قربانی جائز نہیں۔ (المعجم الاوسط: ج 2، ص 374)

رقم 3578، فتاویٰ عالمگیریہ ج 5، ص 683)

(9) جانور اگر اندھا ہو یا کانا ہو یا ایک آنکھ کی تہائی یا اس سے زائد

روشنی نہ ہو تو اس کی قربانی جائز نہیں ہاں اگر روشنی تہائی سے کم جاتی رہے تو

قربانی جائز ہے۔ (فتاویٰ عالمگیریہ ج 5، ص 368)

(10) ذبح کرنے والے کے لیے ضروری ہے کہ مسلمان ہو، لہذا مشرک

، مجوسی، بت پرست، اور مرتد کا ذبیحہ حرام ہے۔

(بدائع الصنائع ج 4، ص 164)

(11) گوشت کا حکم: افضل یہ ہے کہ قربانی کے گوشت کے تین حصے کئے

جائیں ایک حصہ اپنے گھر کے لیے، ایک حصہ رشتہ داروں اور دوست

واحباب کے لیے اور ایک حصہ فقراء و مساکین میں تقسیم کیا جائے، ہاں اگر

عیال زیادہ ہوں تو سارا گوشت خود بھی رکھ سکتے ہیں۔

(فتاویٰ عالمگیریہ ج 5 ص 371-370)

اگر قربانی کے جانور میں کئی حضرات شریک ہوں تو گوشت وزن کر کے تقسیم کیا جائے اندازے سے تقسیم کرنا جائز نہیں۔

(البحر الرائق: ج 8 ص 198)

قربانی کا گوشت فروخت کرنا یا اجرت میں دینا جائز نہیں۔

(بدائع الصنائع ج 4 ص 225)

(12) قربانی کی کھال اپنے ذاتی استعمال میں لا سکتے ہیں مثلاً مصلیٰ، مشکیزہ وغیرہ بنا سکتے ہیں البتہ اس کو فروخت کر کے قیمت استعمال میں لانا جائز نہیں بلکہ فقراء کو دینا واجب ہے۔

(عالمگیری ج 3 ص 372)

نیز کھال کی قیمت مسجد کی تعمیر میں نہیں لگائی جاسکتی اسی طرح کسی فلاحی ادارہ میں بھی اس کا خرچ کرنا درست نہیں کیوں کہ اس میں ضروری ہے کہ اس کا فقراء و مساکین کو مالک بنا دیا جائے، لہذا بہتر یہ ہے کہ قربانی کی کھال کسی دینی مدرسہ اور جامعہ کے طلباء کو دی جائے کیوں کہ اس میں ان کی امداد کرنے کا ثواب بھی ہے اور علم دین کے احیاء کا سبب بھی۔

نماز اہل سنت والجماعت

منتکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ

کیفیت رکوع:

1: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا:

يَا بُنَيَّ إِذَا رَكَعْتَ فَضَعْ كَفَّيْكَ عَلَى رُكْبَتَيْكَ وَفَرِّجْ بَيْنَ أَصَابِعِكَ وَارْفَعْ يَدَيْكَ عَنْ جَنْبَيْكَ۔

(المعجم الاوسط للطبرانی ج 4 ص 281 رقم الحديث 5991، المعجم الصغير للطبرانی ج 2 ص 32)

ترجمہ: اے میرے بیٹے! جب تم رکوع کرو تو دونوں ہتھیلیوں کو اپنے گھٹنوں پر رکھو اور انگلیاں کشادہ رکھو اور اپنے بازوؤں کو پہلو سے جدا رکھو۔

2: عَنْ أَبِي حَمْدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكَعَ فَوَضَعَ يَدَيْهِ عَلَى رُكْبَتَيْهِ كَأَنَّهُ قَابِضٌ عَلَيْهِمَا وَوَثَرَ يَدَيْهِ فَنَحَاهُمَا عَنْ جَنْبَيْهِ... وَفِي رِوَايَةِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ فَإِذَا رَكَعْتَ فَضَعْ رَا حَتْيَيْكَ عَلَى رُكْبَتَيْكَ ثُمَّ فَرِّجْ بَيْنَ أَصَابِعِكَ ثُمَّ امْكُثْ حَتَّى يَأْخُذَ كُلُّ عِضْوٍ مَّا خَذَهُ۔

(جامع الترمذی ج 1 ص 60 باب ما جاء انه يجا في يديه عن جنبه في الركوع، صحيح ابن حبان ص 586 باب ذكر وصف بعض السجود والركوع رقم الحديث 1887)

ترجمہ: حضرت ابو حمید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رکوع فرماتے تو اپنے دونوں ہاتھ اپنے گھٹنوں پر رکھ لیتے گویا کہ آپ انہیں پکڑے ہوئے ہیں اور اپنے ہاتھوں کو تان لیتے اور اپنے پہلوؤں سے دور رکھتے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت میں

ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تو رکوع کرے تو اپنی ہتھیلیوں کو اپنے گھٹنوں پر رکھ پھر اپنی انگلیوں کو کشادہ کراتی دیر ٹھہرا رہ کہ ہر عضو اپنی جگہ پر آجائے۔

تسبیح رکوع :

1: عَنْ عَقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ لَمَّا نَزَلْتُ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اجْعَلُوا هَافِي زُكُوعَكُمْ فَلَمَّا نَزَلْتُ سَبِّحْ اسْمَ
رَبِّكَ الْأَعْلَى قَالَ اجْعَلُوا هَافِي سُجُودِكُمْ۔

(سنن ابی داؤد ج 1 ص 133 باب ما يقول الرجل في ركوعه وسجوده، سنن ابن ماجه ج 1 ص 63 باب التسبيح في الركوع والسجود)

ترجمہ: حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب آیت فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسے رکوع میں پڑھا کرو اور جب سَبِّحْ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى والی آیت نازل ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسے اپنے سجدوں میں پڑھا کرو۔

2: عَنْ حَذِيفَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ صَلَّى مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَانَ
يَقُولُ فِي زُكُوعِهِ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ وَفِي سُجُودِهِ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى۔

(سنن ابی داؤد ج 1 ص 134 باب ما يقول الرجل في ركوعه وسجوده، جامع الترمذی ج 1 ص 61 باب ما جاء في التسبيح في الركوع والسجود)

ترجمہ: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع میں سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ اور سجدوں میں سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى پڑھتے تھے۔

رکوع کی تسبیح اور الفاظ تعداد :

عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا رَكَعَ أَحَدُكُمْ فَقَالَ فِي رُكُوعِهِ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ فَقَدْ تَمَّ رُكُوعُهُ وَذَلِكَ أَذْنًا.

(جامع الترمذی ج 1 ص 60 باب ما جاء في التسبيح في الركوع والسجود سنن ابن ماجه ج 1 ص 63 باب التسبيح في الركوع والسجود)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”جب تم میں سے کوئی رکوع کرے تو اس میں سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ تین بار کہنے سے اس کا رکوع پورا ہو جاتا ہے اور یہ کم از کم مقدار ہے۔“

امام کا تسبیح اور مقتدی کا تحمید کہنا:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا قَالَ الْإِمَامُ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فَقُولُوا اللَّهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ.

(صحیح مسلم ج 1 ص 176 باب التسبیح والتحمید والتأمین صحیح البخاری ج 1 ص 109 باب ما يقول الامام ومن خلفه اذا رفع راسه من الركوع)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جب امام سمیع اللہ لِمَنْ حَمِدَهُ کہے تو تم اللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ کہو۔

منفرد کا تسبیح و تحمید دونوں کہنا:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ يُكَبِّرُ حِينَ يَقُومُ ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَرُكَّعُ ثُمَّ يَقُولُ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ حِينَ يَزْفَعُ صُلْبَهُ مِنَ الرَّكْعَةِ ثُمَّ يَقُولُ وَهُوَ قَائِمٌ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ.

(صحیح البخاری ج 1 ص 109 باب التکبیر اذا قام من السجود)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو قیام کی حالت میں تکبیر کہتے، پھر جب رکوع میں جاتے تکبیر کہتے۔ جب رکوع سے اٹھتے تو سَمِعَ اللہُ لِمَنْ حَمِدَهُ کہتے پھر کھڑے ہونے کی حالت میں رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ کہتے۔

قومہ کرنا:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو نماز کا طریقہ سکھاتے ہوئے فرمایا:

ثُمَّ اَرْكَعَ حَتَّى تَظْمِنَ رَا كِعًا ثُمَّ اَرْفَعَ حَتَّى تَعْتَدِلَ قَائِمًا۔

(صحیح البخاری ج 1 ص 109 باب امر النبی صلی اللہ علیہ وسلم الذی لایتم رکوعہ بالاعادة صحیح مسلم ج 1 ص 170 باب وجوب الفاتحة فی کل رکعة)

ترجمہ: پھر رکوع کرو یہاں تک کہ اطمینان سے رکوع کر لو پھر رکوع سے اٹھو یہاں تک کہ اعتدال (اطمینان) سے کھڑے ہو جاؤ۔

کیفیت قومہ:

1: قَالَ أَبُو حَمِيدٍ السَّاعِدِيُّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ رَفَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاسْتَوَى حَتَّى يَعُودَ كُلُّ فَقَارٍ مَكَانَهُ۔

(صحیح البخاری ج 1 ص 110 باب الطمانیة حین یرفع راسه من الركوع)

ترجمہ: حضرت ابو حمید الساعدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع سے اپنا سر اٹھایا اور سیدھے کھڑے ہو گئے یہاں تک کہ آپ کی ہر ہڈی اپنی جگہ پر آ گئی۔

2: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کا تذکرہ کرتے ہوئے یہ ارشاد فرماتی ہیں: وَكَانَ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ لَمْ يَسْجُدْ حَتَّى يَسْتَوِيَ قَائِمًا۔ (صحیح مسلم ج 1 ص 194 باب ما یجمع صفة الصلوة وما یفتح به)

ترجمہ: جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع سے سر اٹھاتے تو جب تک سیدھے کھڑے نہ ہو جاتے سجدہ نہ کرتے تھے۔

دعاء قومہ:

عَنْ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعٍ الزُّرْقِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ كُنَّا يَوْمًا نَصَلِّيُ وَرَاءَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكْعَةِ قَالَ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمَدَهُ قَالَ رَجُلٌ وَرَأَاهُ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ حَمْدًا كَيْفِيرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيهِ۔

(صحیح البخاری ج 1 ص 110 باب فضل اللهم ربنا ولك الحمد سنن ابنی داؤد ج 1 ص 119 باب ما يستفتح به الصلوة من الدعاء)

ترجمہ: حضرت رفاعہ بن رافع الزرقی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ایک دن ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی۔ جب آپ نے رکوع سے سر اٹھایا تو سَمِعَ اللہُ لِمَنْ حَمَدَهُ کہا تو ایک شخص نے آپ کے پیچھے رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ حَمْدًا كَيْفِيرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيهِ کہا۔

رکوع میں جاتے اور اٹھتے وقت رفع یدین نہ کرنا:

1: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: **قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ۔ الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ۔**

(سورۃ البومنون: 1, 2)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

خَاشِعُونَ مُتَوَاضِعُونَ لَا يَلْتَفِتُونَ يَمِينًا وَلَا شِمَالًا وَلَا يَرْفَعُونَ أَيْدِيَهُمْ فِي الصَّلَاةِ۔

(تفسیر ابن عباس ص 212)

ترجمہ: ”خاشعون“ سے مراد وہ لوگ ہیں جو عاجزی و انکساری سے کھڑے ہوتے ہیں،

دائیں بائیں نہیں دیکھتے اور نہ ہی نماز میں رفع یدین کرتے ہیں۔

امام حسن بصری اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

خَاشِعُونَ الَّذِينَ لَا يَرْفَعُونَ أَيْدِيَهُمْ فِي الصَّلَاةِ إِلَّا فِي التَّكْبِيرَةِ الْأُولَى

(تفسیر سمرقندی ج 2 ص 408 طبع بیروت)

ترجمہ: ”خاشعون“ سے مراد وہ لوگ ہیں جو تکبیر تحریمہ کے علاوہ پوری نماز میں رفع یدین نہیں کرتے
2: عَنْ عَبْدِ اللَّهِ (بْنِ مَسْعُودٍ) رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ إِلَّا أُخْبِرُكُمْ بِصَلَاةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَقَامَ فَرَفَعَ يَدَيْهِ أَوَّلَ مَرَّةٍ ثُمَّ لَمْ يَعُدْ

(سنن النسائي ج 1 ص 158 باب ترك ذالك . سنن ابى داؤد ج 1 ص 116 باب من لم يذكر الرفع عند الركوع . جامع الترمذی ج 1 ص 59 باب رفع اليدين عند الركوع)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک بار فرمایا کیا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے بارے میں تمہیں بتاؤں؟ راوی کہتے ہیں کہ آپ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور پہلی مرتبہ (تکبیر تحریمہ) رفع یدین کیا پھر دوبارہ (پوری نماز میں) نہیں کیا۔

3: عَنْ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبْنَى بَكَرٍ وَحَمْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَلَمَّ يَرْفَعُوا أَيْدِيَهُمْ إِلَّا عِنْدَ افْتِتَاحِ الصَّلَاةِ

(معجم الشيوخ لابن بكر السماعيلي ج 1 ص 693 رقم الحديث 318 . مسند ابى يعلى البوصلى ج 8 ص 453 رقم الحديث 5039)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پیچھے نمازیں پڑھی ہیں، وہ سب شروع نماز کے علاوہ اپنے ہاتھوں کو نہیں اٹھاتے تھے۔

4: عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ الْهَكْتُوبَةِ كَبَّرَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ حَذْوَ مَنْكَبَيْهِ... وَفِي رِوَايَةٍ... أَنَّهُ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي أَوَّلِ الصَّلَاةِ ثُمَّ لَا يَعُودُ

(مصنف عبد الرزاق ج 2 ص 51 باب افتتاح الصلوة . رقم الحديث 2569 . كتاب العلل للدارقطني ج 4 ص 106 سوال نمبر 457)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب فرض نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو تکبیر کہتے اور اپنے ہاتھوں کو کندھوں تک اٹھاتے اور ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صرف شروع نماز میں رفع یدین کرتے تھے پھر دوبارہ نہیں کرتے تھے۔

5: عَنْ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلَاةَ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتَّى يُحَاذِيَ مَنْكِبَيْهِ لَا يَعُودُ بِرَفْعِهِمَا حَتَّى يُسَلِّمَ مِنْ صَلَاتِهِ.

(مسند ابی حنیفہ بروایۃ ابی نعیم ص 344 حدیث نمبر 225، سنن ابی داؤد ج 1 ص 117 باب من لم یدکر
الرفع عند الركوع)

ترجمہ: حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع فرماتے تو رفع یدین کرتے یہاں تک کہ اپنے ہاتھ کندھے کے قریب کر لیتے اور نماز کا سلام پھیرنے تک دوبارہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

6: عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلَاةَ رَفَعَ يَدَيْهِ حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ وَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَزِيدَ وَبَعْدَ مَا يَزِيدُ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ فَلَا يَزِيدُ وَلَا يَبِينُ السَّجْدَتَيْنِ.

(مسند الحمیدی ج 2 ص 277 حدیث نمبر 614، مسند ابی عوانہ ج 1 ص 334 باب رفع یدین فی افتتاح
الصلوة قبل التكبير، رقم الحديث 1251)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا جب نماز شروع کرتے تو رفع یدین کرتے۔

رکوع کی طرف جاتے ہوئے، رکوع سے سر اٹھاتے ہوئے اور سجدوں کے درمیان رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

7: عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَكَّةَ نَزَعُ أَيِّدِنَا فِي بَدْءِ الصَّلَاةِ وَفِي دَاخِلِ الصَّلَاةِ عِنْدَ الرُّكُوعِ فَلَمَّا هَاجَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْمَدِينَةِ تَرَكَ رَفْعَ الْيَدَيْنِ فِي دَاخِلِ الصَّلَاةِ عِنْدَ الرُّكُوعِ وَثَبَّتَ عَلَى رَفْعِ الْيَدَيْنِ فِي بَدْءِ الصَّلَاةِ.

(اخبار الفقهاء والمحدثين للقيرواني ص 214 رقم 378)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ (ہجرت سے پہلے) مکہ میں ہوتے تھے تو شروع نماز میں اور رکوع کے وقت رفع یدین کرتے تھے۔ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی تو رکوع والا رفع یدین ترک کر دیا اور صرف شروع نماز والے رفع یدین پر قائم رہے۔

تکبیر کہتے ہوئے سجدہ کرنا :

1: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ارْكَعُوا وَاسْجُدُوا وَاعْبُدُوا رَبَّكُمْ وَافْعَلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ.

(الحج: 77)

ترجمہ: اے ایمان والو! رکوع و سجدہ کرو، اپنے رب کی عبادت کرو اور بھلائی کے کام کرو تاکہ تم فلاح پا جاؤ۔

2: عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ يُكَبِّرُ حِينَ يَقُومُ ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَهْوِي سَاجِدًا.

(صحیح مسلم ج 1 ص 169 باب اثبات التکبیر فی کل خفض و رفع فی الصلوة)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو قیام کرتے وقت تکبیر کہتے (اسی طرح ہر رکن کے لئے تکبیر کہتے جاتے) پھر تکبیر کہتے جب سجدہ کے لئے جھکتے تھے۔

3: عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ أَبَاهُ رَوَى عَنْ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ كَانَ يُكَبِّرُ فِي كُلِّ صَلَاةٍ مِنَ الْمَكْتُوبَةِ وَغَيْرِهَا فِي رَمَضَانَ وَغَيْرِهِ..... ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَسْجُدُ.

(صحیح البخاری ج 1 ص 110 باب یہو بالتکبیر حین یسجد)

ترجمہ: حضرت ابو سلمہ بن عبد الرحمن سے مروی ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہر فرض وغیر فرض (نوافل وغیرہ)، رمضان وغیر رمضان کی نماز میں تکبیر کہتے تھے (پھر مزید تکبیرات کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں) پھر تکبیر کہتے جب سجدہ کرتے۔

اہل حق کے لیے ایک عظیم خوشخبری

عنقریب منظرِ عام پر

فرقہ سیفیہ کا حقیقی جائزہ

نوٹ: اس کتاب میں اس فرقہ کے عقائد و نظریات، اعمال، اس کے بانی پیر سیف الرحمن کا تعارف، اس کی اصلیت و حقیقت علماء بریلویہ کے اقوال سے واضح کی گئی ہے، کتاب منکوانے کے لیے آرڈر بک کرائیں۔

03326311808، 03216353540

تالیف
مکرمہ مولانا گھمن
محکم حفظہ
محمد الیاس

مرکز بنی ناظم اعلیٰ: اتحاد افاضی السنۃ والجماعۃ

ناشر: مکتبہ اہل السنۃ والجماعۃ، 87 جنوبی لاہور روڈ سرگودھا

فقہ یمین سیدنا حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ

مولانا محمد عاطف معاویہ حفظہ اللہ

نام و نسب:

آپ کا اسم گرامی معاذ بن جبل بن عمرو ہے اور کنیت ابو عبد الرحمن ہے۔
نسب نامہ یہ ہے: معاذ بن جبل بن عمرو بن اوس بن عائد بن عدی بن کعب بن عمرو بن
ادی بن علی بن اسد ابو عبد الرحمن الانصاری الخزرجی۔

(الاصابہ فی تمییز الصحابہ: ج 3 ص 1847، رقم الترجمة: 8040)

قبول اسلام:

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کا تعلق مدینہ منورہ سے تھا، اس لیے جب مدینہ
منورہ میں اسلام کی دعوت شروع ہوئی تو آپ نے اسلام قبول کر لیا۔

فضائل و مناقب اور قوت اجتہاد:

1: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے ایسی جماعت عطا فرمائی جنہوں نے
آپ کے اوصاف کو اپنے اندر محفوظ کیا۔ ہر صحابی میں کوئی ایک صفت نمایاں تھی۔ مثلاً
حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ میں صفت صداقت، حضرت عمر رضی اللہ عنہ میں صفت
عدالت، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ میں صفت سخاوت اور حضرت علی رضی اللہ عنہ
میں صفت شجاعت نمایاں تھی۔ آپ علیہ السلام کی ایک صفت علم اور فقہ بھی تھی۔
آپ علیہ السلام نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو

حلال و حرام کا سب سے زیادہ جاننے والا قرار دیا ہے۔ فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے: اعلم بالحلّال والحرام معاذ بن جبل۔

(جامع الترمذی: ج 2 ص 219 باب مناقب معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ)

یعنی معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ میری امت میں حلال و حرام کو سب سے زیادہ جاننے والے ہیں اور جس فن میں حلال و حرام کے احکامات بیان کئے جائیں اسے ”علم فقہ“ کہتے ہیں، تو گویا آپ علیہ السلام نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو فقہ کا بڑا ماہر قرار دیا۔

2: عہد رسالت میں چند حضرات کو قرآن کریم جمع کرنے کی سعادت نصیب ہوئی ان میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کا نام بھی ہے۔

(جامع الترمذی: ج 2 ص 219 باب مناقب معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ)

3: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو چار صحابہ سے قرآن کریم پڑھنے اور سیکھنے کا حکم دیا۔ فرمانِ نبوی ہے: استقروا القرآن من اربعة: عبد اللہ بن مسعود فیدابہ و سالم مولیٰ ابی حذیفہ و ابی بن کعب و معاذ بن جبل

(صحیح البخاری: ج 1 ص 537، 531)

ترجمہ: چار شخصوں سے تعلیمات قرآن حاصل کرو۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود، سالم مولیٰ ابی حذیفہ، ابی بن کعب اور معاذ بن جبل [رضی اللہ عنہم]

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تو سارے علم و عمل کے پہاڑ اور فضل و ولایت کے سمندر ہیں، ان سب کے پاس وضع اور حفظ مراتب کے باوجود ان چار کو قرآن کے ساتھ خاص کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ قرآنیات کے سلسلے میں یہ حضرات ممتاز مقام و مرتبہ کے حامل ہیں۔

دربار نبوی علی صاحبہا السلام سے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے اجتہاد کی تائید:

1: حضور علیہ السلام نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن بھیجا روایتی کے وقت ان سے سوال کیا: کَیْفَ تَقْضِیْ اِذَا عَرَضَ لَكَ قَضَاءٌ قَالَ اُقْضِ بِكِتَابِ اللّٰهِ. قَالَ فَاِنْ لَمْ تَجِدْ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ قَالَ فَبِسُنَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَسَلَّم قَالَ فَاِنْ لَمْ تَجِدْ فِيْ سُنَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَسَلَّم وَلَا فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ قَالَ اُجْتَهِدُ بِرَأْیِ وَلَا اُلُوْ. فَضَرَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَسَلَّم صَدْرَهُ وَقَالَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ وَفَّقَ رَسُوْلَ رَسُوْلِ اللّٰهِ لِمَا یُرِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ

(سنن ابی داود ج 2 ص 149 باب اجتہاد الراى فی القضاء)

ترجمہ: اے معاذ! یمن میں جا کر لوگوں کے درمیان فیصلے کیسے کرو گے؟ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: میں کتاب اللہ کو سامنے رکھ کر لوگوں کے فیصلے کروں گا۔ آپ علیہ السلام نے پوچھا: اگر تجھے وہ مسئلہ کتاب اللہ میں نہ ملے تو پھر؟ عرض کیا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت میں سے اس کا حل تلاش کروں گا۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا: اگر دونوں میں نہ ملے تو؟ آپ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میں کسی قسم کی کوتاہی کیے بغیر اپنی رائے سے اس کو حل کروں گا۔ آپ علیہ السلام نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے سینے پر اپنا ہاتھ مبارک مارا اور اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے فرمایا: اے اللہ! تیرا شکر ہے کہ تو نے اپنے نبی کے قاصد سے وہ بات کہلوائی جس کو سن کر تیرا پیغمبر خوش ہو گیا۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ آپ علیہ السلام نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے مجتہد ہونے کی تائید و تصویب فرمائی۔

استاذ محترم متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ اس حدیث کے فوائد

بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

1: آپ علیہ السلام نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ لوگ آپ سے مسائل پوچھیں گے تو کیسے بتاؤ گے؟ اس سے ثابت ہوا کہ قرآن و حدیث کے ہوتے ہوئے بھی کسی مجتہد کی ضرورت ہے، جو نئے پیش آمدہ مسائل کا حل پیش کرے۔ قرآن و حدیث سے مسائل کا استنباط ہر کسی کا کام نہیں۔ اگر ہر شخص مسائل کو استنباط کر سکتا تو حضرت معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے: حضور! یمن والوں کے پاس تو قرآن بھی ہے اور حدیث بھی، میرے پاس کیوں آئیں گے؟

2: حضرت معاذ رضی اللہ عنہ اکیلے یمن کی طرف گئے، یہ مجتہد تھے، باقی لوگ مسائل اجتہادیہ میں ان کی طرف رجوع کرتے تھے۔ تو ایک جگہ پر ایک مجتہد باقی اس کے مقلد ہوں یہ ترتیب خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لگائی ہے، یہ تقلید شخصی ہے۔

3: مجتہد کے لیے مسائل کے حل کی ترتیب یہ ہوگی

۱: کتاب اللہ، ۲: سنت رسول اللہ، ۳: اجتہاد

4: اس حدیث میں منکرین حدیث اور منکرین فقہ دونوں کی تردید ہے۔ منکرین حدیث کا نظریہ یہ ہے کہ تمام مسائل کے حل کے لیے قرآن کافی ہے، ذخیرہ احادیث مشتبہ ہے اس لیے قابل اعتبار نہیں۔ منکرین فقہ کا خیال خام یہ ہے کہ قرآن و حدیث زندگی کے تمام شعبوں کو محیط ہے، فقہ و اجتہاد کی کوئی ضرورت نہیں۔ یہ حدیث بتاتی ہے کہ قرآن و سنت کے ساتھ اجتہاد و فقہ بھی شریعت اسلامیہ کا جزو لا ینفک ہے۔

5: حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر مسئلہ کتاب و سنت میں نہ ملے تو

”أَجْتَهَدُ بَرَأً“ [میں اپنی رائے سے مسائل کا استنباط کروں گا] اس معلوم ہوا کہ وہ مسائل جن کے بارے میں صراحتاً قرآن و حدیث میں رہنمائی نہ ملے ان میں رائے سے کام لینا کوئی معیوب یا معتبوب نہیں۔

6: کسی شخص کا صاحب رائے ہونا اس کے حق میں عیب کی بات نہیں۔ صاحب رائے وہ ہوتا ہے جو قرآن و حدیث اور اجتہاد میں ید طولی رکھتا ہو۔ امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ صاحب رائے تھے اور ان کی عظمت کے لیے یہی ایک فضیلت ہی کافی ہے۔

7: حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے جب فرمایا کہ میں اجتہاد کروں گا تو آپ علیہ السلام نے خوش ہو کر حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے سینے پر ہاتھ مارا۔ اس حدیث کے ساتھ ایک دوسری حدیث ملائیں تو مجتہد کی عظمت واضح ہو جائے گی۔ صحیح بخاری میں روایت ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ آپ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: حضور! میں آپ سے حدیثیں سنتا ہوں، بہت ساری بھول جاتا ہوں۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا: اچھا! چادر بچھاؤ۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے چادر بچھائی، حضور نے اس پر ہاتھ لگائے اور فرمایا: ابو ہریرہ! اس کو سینے سے لگاؤ۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے وہ چادر اپنے سینے سے لگائی۔ فرماتے ہیں: اس کے بعد مجھے پیغمبر کی زبان سے نکلنے والا ایک لفظ بھی نہیں بھولا۔ لیکن جب حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی باری آئی تو آپ علیہ السلام نے بغیر کسی واسطہ کے سینے پر ہاتھ مارا۔ اس سے محدث و مجتہد کی عظمت کا فرق واضح ہوا۔ محدث کی باری آئی تو ان کے سینہ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں کے درمیان چادر کا واسطہ موجود ہے اور جب فقیہ کی باری آئی تو پیغمبر کے ہاتھوں اور فقیہ کے سینے کے درمیان کوئی واسطہ نہیں۔

8: حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے اجتہاد پر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے خوشی کا اظہار فرمایا۔ معلوم ہوا کہ مجتہد کے اجتہاد پر خوش ہونا پیغمبر علیہ السلام کا طریقہ ہے اور ناراض ہونا.....

9: اس حدیث میں لفظ ”رسول“ دو ذاتوں کے لیے استعمال ہوا ہے؛ ایک پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اور دوسرا حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے لیے۔ ایک خدا کا نمائندہ اور دوسرا مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا نمائندہ، پیغمبر نمائندہ خدا ہے اور صحابی نمائندہ مصطفیٰ ہے، پیغمبر خدا کے کلام کے الفاظ بھی دیتا ہے اور معنی بھی، اور صحابی پیغمبر کے الفاظ بھی دیتا ہے اور ان الفاظ کا معنی بھی۔

10: انبیاء علیہم السلام اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار ہے، جتنے نمائندے خدا کے اتنے ہی مصطفیٰ کے۔ تلک عشرۃ کاملہ

الحاصل یہ حدیث مبارکہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے مجتہد ہونے کی واضح دلیل ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ مسائل اجتہاد یہ میں حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو اجتہاد کا حکم ہے اور یمن والوں کو ان کی تقلید کا۔

فائدہ: مشہور غیر مقلد عالم علامہ وحید الزمان اس حدیث کی تشریح میں لکھتے ہیں: اس حدیث میں دلیل ہے قیاس اور اجتہاد کے حجت ہونے پر۔

(ابو داؤد مترجم: ج3 ص64)

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو فقیہ ہونے کی سند دی۔ چنانچہ ایک خطبہ میں لوگوں کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا: من اراد ان یسال عن الفقہ فلیات معاذ بن جبل

(المعجم الاوسط للطبرانی: ج3، ص33، رقم: 3783، تذکرۃ الحفاظ للذہبی: ج1 ص20)

کہ جس شخص کو کوئی فقہی مسئلہ درپیش ہو تو وہ معاذ بن جبل سے پوچھ لیا کرے۔ اس روایت سے تقلید شخصی کا بھی ثبوت ملتا ہے، کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ

عنه نے فقہی مسائل میں اکیسے حضرت معاذ کی طرف رجوع کا حکم دیا۔ چنانچہ لوگ حضرت معاذ سے مسائل پوچھتے تھے۔ حضرت اسود بن یزید فرماتے ہیں:

أَتَانَا مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ بِالْيَمَنِ مُعَلِّمًا وَأَمِيرًا فَسَأَلْنَاهُ عَنْ رَجُلٍ تَوَفَّى وَتَرَكَ ابْنَتَهُ وَأُخْتَهُ فَأَعْطَى الْإِبْنَةَ الْيُصْفَ وَالْأُخْتَ الْيُصْفَ.

(صحیح البخاری: ج 2 ص 997)

ترجمہ: حضرت معاذ رضی اللہ عنہ یمن میں معلم یا امیر بن کر آئے۔ ہم نے ان سے ایک مسئلہ پوچھا کہ ایک شخص فوت ہو گیا اور اس نے وراثت میں ایک بیٹی اور ایک بہن چھوڑی ہے۔ اب وراثت کیسے تقسیم ہوگی؟ تو حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے اس کی وراثت کا نصف حصہ اس کی بیٹی کو دیا اور نصف اس کی بہن کو۔

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو یہ مسئلہ بتایا تو لوگوں نے بغیر مطالبہ دلیل کے محض ان پر اعتماد کرتے ہوئے مسئلہ مان لیا، اسی کا نام تقلید ہے کہ کسی مجتہد کے قول کو بلا مطالبہ دلیل مان لینا۔

قارئین کرام! حضرت معاذ رضی اللہ عنہ وہ مجتہد ہیں جن کو اجتہاد کی سند خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دی اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بھی ان کی تائید فرمائی۔ اس سے اندازہ لگائیں کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کتنے عظیم المرتبت مجتہد وفقہ تھے۔ اسی وجہ سے امام ذہبی رحمہ اللہ ان کا تذکرہ ان الفاظ میں فرماتے ہیں: کان من نجباء الصحابة وفقهاءهم

(تذکرۃ الحفاظ: ج 1 ص 19 رقم الترجمة 8)

ترجمہ: حضرت معاذ رضی اللہ عنہ فقہاء اور اونچے درجہ کے صحابہ کرام میں سے تھے۔

وفات حسرت آیات:

18ھ میں 36 سال کی انتہائی کم عمر میں فقہ و اجتہاد کا یہ نامور سپوت دنیا فانی چھوڑ کر دنیا باقی کی طرف رخصت ہو گیا۔ فرضی اللہ عنہ وبحقہ عنا آمین بجاہ النبی الکریم

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما

مولانا محمد اکمل راجنپوری حفظہ اللہ

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فضل و کمال کے اعتبار سے اپنے زمانے کے صف اول کے علماء میں سے تھے جن کی ذات گرامی ایسا صحیفہ تھی جس میں تمام علوم و معارف جمع تھے۔ قرآن، تفسیر، حدیث، فقہ، ادب، شعر و شاعری، فرائض اور مغازی وغیرہ۔ کوئی ایسا علم نہ تھا جس میں سے اللہ تعالیٰ نے ان کو حظ وافر عطاء نہ فرمایا ہو، بالخصوص کلام اللہ کی تفسیر و تاویل میں جو مہارت اور آیات قرآنی کے شان نزول اور نسخ و منسوخ کے علم میں جو وسعت اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمائی تھی شاید کسی کے حصہ میں آئی ہو۔

فہم قرآن اور سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما:

چنانچہ ایک دن حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے حلقہ مجلس میں بڑے بڑے صحابہ رضی اللہ عنہ موجود تھے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما بھی تشریف فرما تھے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اس آیت کا مطلب پوچھا: ”أَيُّوْدُ أَحَدُكُمْ أَنْ تَكُونَ لَهُ جَنَّةٌ مِنْ نَجِيلٍ وَأَعْتَابٍ“ [البقرة: 266] تو لوگوں نے کہا: واللہ اعلم۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس بے معنی جواب پر غصہ آگیا، بولے: اگر معلوم نہیں تو صاف کہہ دو کہ ہمیں علم نہیں۔ اسی اثناء میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما جھجکتے ہوئے بولے: میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ فرمایا: تم اپنے آپ کو چھوٹا نہ سمجھو، جو دل

میں ہو بیان کرو۔ فرمایا کہ اس میں عمل کی مثال دی گئی ہے۔
(صحیح البخاری: کتاب التفسیر باب قوله أَيْوُذُ أَحَدَكُمْ أَنْ تَكُونَ لَهُ جَنَّةٌ مِنْ نَخِيلٍ وَأَعْنَابٍ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے فہم قرآن کا اعتراف:

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نعم ترجمان القرآن

ابن عباس (الاصابہ: ج 2 ص 1070، المعجم الكبير للطبرانی رقم الحديث 11108)

ترجمہ: عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما قرآن کے بہت اچھے ترجمان ہیں۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے
آیت ﴿كَانَتْ آرَاقًا فَفِثَقْنَاهُمَا﴾ [الانبیاء: 30] کا مطلب پوچھا۔ انہوں نے (امتحان کی
غرض سے) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس بھیج دیا کہ ان سے پوچھو، پھر
مجھے بھی بتانا۔ اس نے جا کر پوچھا تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: آسمان
کا ”فتق“ یہ ہے کہ پانی نہ برسائے اور زمین کا ”فتق“ یہ ہے کہ نباتات نہ اگائے۔ سائل
نے واپس آ کر یہ جواب حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو بتایا تو انہوں نے کہا:

لقد أوتي بن عباس علما صدقا هكذا لقد كنت أقول ما يعجبني جرأة بن عباس
على تفسير القرآن فالآن قد علمت أنه قد أوتي علما (الاصابہ: ج 2 ص 1077)

ترجمہ: ابن عباس رضی اللہ عنہما کو سچا علم عطا ہوا ہے۔ مجھ کو تفسیر قرآن میں ان کی
دلیری پر حیرت ہوتی تھی، لیکن اب معلوم ہوا کہ درحقیقت علم ان ہی کا حصہ ہے۔

عمیر بن بشر الشعمی فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ
عنہما سے کسی آیت کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا: سل ابن عباس فإنه أعلم
من بقى بما أنزل الله على محمد (الاصابہ: ج 2 ص 1077)

ترجمہ: عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھو، اس لیے کہ قرآن کے جاننے

والے جتنے لوگ باقی رہ گئے ہیں، ان میں سب سے زیادہ معلومات وہی رکھتے ہیں۔

علم حدیث: سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا شمار ان مخصوص صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں ہوتا ہے جو علم حدیث کے سلاطین سمجھے جاتے ہیں۔ اگر حدیث کی کتابوں سے ان کی روایات الگ کر لی جائیں تو ان کے بہت سے اوراق سادہ رہ جائیں گے۔

کثرت روایات کا سبب: روایات کی کثرت ان کی محنت، جستجو اور ذوقِ علم کا نتیجہ ہے۔ بہت سی روایات براہِ راست خود زبانِ نبوت سے سنی ہیں۔ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دار الفنا سے دار البقا کی طرف انتقال فرمایا اس وقت آپ کی عمر 13 برس تھی۔ (الاصابہ: ج 2 ص 1074)

آپ خود فرماتے ہیں کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو میں نے ایک انصاری نوجوان کو بلایا کہ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی کثیر تعداد ابھی موجود ہے ہم ان سے علم حاصل کر لیں۔ انصاری نوجوان نے کہا: مجھے آپ پر حیرت ہوتی ہے، آپ دیکھ رہے ہیں کہ لوگ علم میں آپ کے محتاج ہیں، پھر آپ دوسروں کے پاس جاتے ہیں۔ یہ جواب سن کر میں نے اس کو چھوڑ دیا اور جہاں کہیں پتہ چلتا کہ فلاں شخص نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث سنی ہے تو تنہا اس کے دولت خانے پر جاتا، اگر وہ اس وقت قیلولہ کر رہا ہو تا تو اپنی چادر کو اس کے درواز پر بچھاتا، ہوا مجھ پر مٹی ڈالتی رہتی تھی۔ جب وہ باہر تشریف لاتے اور مجھے دیکھتے تو کہتے: اے حضور کے چچا زاد بھائی! آپ نے کیوں مشقت اٹھائی، کسی اور کو بھیج دیا ہوتا۔ تو میں کہتا: نہیں، یہ میرا فرض تھا۔ میں اس سے حدیث کے بارے میں پوچھتا (اس طریقہ سے عرب

کے گوشہ گوشہ سے ایک ایک دانہ چن کر علم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو جمع کیا، جب ان کے فضل و کمال کا چرچا زیادہ ہوا تو اس وقت وہ انصاری نوجوان حیات تھا۔ اس وقت اس نے مجھ کو دیکھا کہ لوگ میرے ارد گرد جمع ہیں اور مجھ سے سوال کر رہے ہیں اور علم حاصل کر رہے ہیں تو اس وقت اس نے (مارے ندامت کے) کہا: ہذا

الفتی کان اعقل منی (جامع السنن والمسائید لابن کثیر: ج 10 ص 30)

کہ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما مجھ سے زیادہ عقل مند تھے۔

حضرت ابو سلمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے تھے کہ جس شخص کے متعلق مجھے پتہ چلتا کہ اس نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی حدیث سنی ہے تو میں خود اس کے مکان پر جا کر حاصل کرتا۔

(تذکرۃ الحفاظ ج 1 ص 5)

اسی تلاش اور جستجو نے آپ کو اقوال و افعال نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا بہت بڑا حافظ بنادیا۔ اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم جو عمر اور مرتبہ میں آپ سے بڑے تھے، آپ کے علمی مقام کے معترف تھے مثلاً حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما یہ فتویٰ دیتے تھے حائضہ عورت طواف رخصت کیے بغیر لوٹ جائے۔ حضرت زید بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کو پتہ چلا تو انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا آپ یہ فتویٰ دیتے ہیں۔ انہوں نے ہاں میں جواب دیا تو حضرت زید نے فرمایا: یہ فتویٰ نہ دیا کرو۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: میں یہی فتویٰ دوں گا، اگر آپ کو شک ہے تو فلاں انصاریہ سے پوچھ لو۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے پوچھا تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا فتویٰ صحیح نکلا۔ ہنستے ہوئے واپس آئے اور فرمایا کہ

آپ نے سچ کہا تھا۔

اسی طرح حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ کے درمیان محرم کے سر دھونے کے بارے میں اختلاف ہوا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما قائل تھے اور حضرت مسور بن مخرمہ قائل نہ تھے۔ تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت ابویوب انصاری رضی اللہ عنہ سے اس مسئلہ کے تحقیق کرائی۔ انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کی تائید کرتے ہوئے عملاً نقشہ کھینچ کر بتا دیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حالت احرام میں اس طرح سر مبارک دھویا کرتے تھے۔

(سنن ابی داؤد: کتاب المناسک)

احتیاط فی الحدیث: زیادہ احادیث بیان کرنے والے راویوں کے متعلق یہ

شبہ کیا جاتا ہے کہ وہ روایت کرنے میں احتیاط نہیں کرتے، بلکہ ہر طرح کی روایت لے لیتے ہیں، لیکن سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی ذات گرامی اس طرح کے شکوک و شبہات سے منزہ تھی۔ آپ حدیث نبوی بیان کرتے وقت بہت احتیاط کرتے تھے کہ کہیں غلط بات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب نہ ہو جائے۔ اگر کسی موقع پر کوئی خفیف سا بھی شبہ اور خطرہ ہوتا تو اس بات کو بیان نہ کرتے۔ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ ہم اس وقت تک رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان کرتے تھے جب تک جھوٹ کا خطرہ نہ تھا، لیکن جب سے لوگوں ہر قسم کی روایات بیان کرنا شروع کیں تو اس وقت سے ہم نے روایت کرنا ہی چھوڑ دیا۔ (مسند الدارمی: باب فی الحدیث عن الثقات)

حلقہ درس: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا حلقہ درس بہت وسیع

تھا، سینکڑوں طلبگار روزانہ ان کے چشمہ علم و عمل سے سیراب ہوتے تھے، گویا کہ

انہوں نے اپنی پوری زندگی کو دو حصوں میں تقسیم کر رکھی تھی، ایک حصہ تحصیلِ علم اور دوسرا حصہ درس و تدریس اور اشاعتِ دینِ متین کے لیے وقف کر رکھا تھا۔ کبھی کوئی سائل ان کے چشمہ فیض سے ناکام واپس نہ ہوا۔ اس عام فیض کے علاوہ بعض مجلسیں خصوصیت کے ساتھ درس و تدریس اور علمی مذاکروں کے لیے مخصوص تھیں اور ان میں باقاعدہ ہر علم و فن کی جدا جدا تعلیم ہوا کرتی تھی۔

اس علم و عمل کے پیکر کا فیض حضر میں نہیں بلکہ سفر و حضر میں دونوں میں یکساں جاری رہتا تھا۔ چنانچہ جب چند دنوں کے لیے حج کی غرض سے مکہ مکرمہ تشریف لے جاتے تھے اس وقت بھی ان کی قیام گاہ متلاشیانِ علم کی درس گاہ بن جاتی (الاستیعاب ج 1 ص 353)

آپ کا فقہ میں مقام: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ترجمان القرآن اور محدث ہونے کے ساتھ ساتھ ایک عظیم فقیہ بھی تھے۔ آپ نے مکہ مکرمہ میں فقہ کی بنیاد رکھی۔ آپ کی فقہ دانی کا سرسری اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ ابو بکر محمد بن موسیٰ جو اپنے زمانے کے امام تھے، انہوں نے آپ کے فتاویٰ جات 20 جلدوں میں جمع کیے تھے۔ (اعلام الموقعین ج 1 ص 12)

علم الفرائض میں منفرد مقام: آپ رضی اللہ عنہ علم الفرائض میں اگرچہ حضرت معاذ بن جبل، زید بن ثابت اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم کے ہم پلہ نہ تھے لیکن عام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں آپ اس فن میں ممتاز درجہ رکھتے تھے۔ (اسد الغابہ: ج 3 ص 97)

قوتِ مناظرہ: آپ رضی اللہ عنہما بلند پایہ مناظر بھی تھے۔ چنانچہ جب خارجیوں

نے فتنہ کھڑا کیا اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے جدا ہونے کے بعد آپ پر طرح طرح کے الزام لگا رہے تھے تو آپ نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو ان کے ساتھ مباحثہ و مناظرہ کے لیے منتخب فرمایا۔ اس قوت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان سے مباحثہ و مناظرہ کرتے ہوئے ان کے الزامات اور شبہات کے ایسے مدلل جوابات دیئے کہ ان کی عقلیں دنگ رہ گئیں۔ اسی دوران میں ہزار خار جیوں نے توبہ کی اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی حمایت کا اعلان کیا۔

تعداد مرویات:

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی کل مرویات کی تعداد سولہ سو ساٹھ (1660) ہیں جن میں سے پچھتر (75) بخاری و مسلم دونوں میں ہیں۔ جو روایات صرف بخاری میں ہیں ان کی تعداد ایک سو بیس (120) اور جو صرف مسلم میں ہیں ان کی تعداد نو (9) ہے۔ (سیر اعلام النبلاء ج: 4 ص: 180)

تدفین اور نماز جنازہ:

آخر کار علم و عمل کا یہ پیکر، جبر الامۃ، ابن عم رسول سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما 68 ہجری دار فانی سے دارِ باقی کی طرف تشریف لے گئے۔ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حضرت محمد بن حنفیہ رحمہ اللہ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور تدفین کے بعد فرمایا ”الیوم مات ربانی هذه الامة“

(سیر اعلام النبلاء ج: 4 ص: 180)

کہ آج اس امت کا ایک عالم ربانی دنیا سے رخصت ہو گیا۔

تذکرۃ الاکابر:

امام العصر علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ

مولانا محمد عبداللہ معتمد حفظہ اللہ

مولد و نسب:

اللہ تعالیٰ نے دارالعلوم دیوبند کو ایسا چشمہ فیض بنایا ہے کہ اقضاء عالم سے تشنگانِ علوم اسلامیہ کشاں کشاں اس مرکزِ علمی کا رخ کرتے ہیں۔ اس مرکزِ علمی سے متعلق جن نفوس قدسیہ کو اللہ تعالیٰ نے علوم و فنون میں اعلیٰ صلاحیتوں اور مہارت تامہ سے نوازا ہے ان میں امام العصر حضرت علامہ مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری قدس سرہ کی ذات گرامی سرفہرست ہے۔

آپ رحمہ اللہ 27 شوال المکرم 1292ھ دو دھوال علاقہ کشمیر میں پیدا ہوئے۔ آپ متبرک و محترم خاندان سادات کے چشم و چراغ تھے۔ سلسلہ نسب شیخ مسعود نوری تک جا پہنچتا ہے۔

تعلیم و تربیت:

علامہ کشمیری رحمہ اللہ نے 4 سال کی عمر میں اپنے والد ماجد سے قرآن پاک شروع کیا اور 6 برس کی عمر میں قرآن پاک بھی مکمل کیا، ساتھ ساتھ فارسی کے متعدد رسائل بھی حفظ کر لیے۔ اس کے بعد مولانا غلام محمد صاحب سے ابتدائی عربی تعلیم حاصل کی۔ ابھی آپ رحمہ اللہ کی عمر 13 سال تھی کہ شوق علم نے کشمیر کے مرغزاروں اور سبزہ زاروں کو چھوڑنے پر مجبور کر دیا اور آپ ہزارہ (صوبہ

سرحد تشریف لائے۔ وہاں تین سال تک علوم عربیہ کی تکمیل فرماتے رہے۔ علوم وفنون کی پیاس وہاں بھی بجھتی نظر نہ آئی تو تقریباً 16 سال کی عمر میں ازہر ہند دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے۔ دیوبند میں آپ چار سال رہے۔ اس دوران آپ نے وہاں کے مشاہیر وقت، یکتائے روزگار علماء سے ظاہری و باطنی علوم کا استفادہ کیا۔ 20 سال کی عمر میں آپ نے دارالعلوم سے سند فراغ حاصل کی۔ جن علماء سے آپ کو شرف تلمذ رہا ہے ان میں سے بالخصوص مندرجہ ذیل حضرات قابل ذکر ہیں۔

- شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن رحمہ اللہ
- مرشد عالم حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ
- حضرت مولانا محمد اسحاق امرتسری رحمہ اللہ
- حضرت مولانا غلام رسول ہزاروی رحمہ اللہ

دیوبند سے فراغت کے بعد آپ قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ کی خدمت میں تشریف لے گئے ان سے سند حدیث حاصل کی اور اصلاح باطن کی غرض سے بیعت بھی کی۔

عملی زندگی کا آغاز:

تحصیل علم سے فراغت کے بعد آپ دہلی تشریف لے گئے، وہاں مدرسہ امینیہ میں مدرس کی حیثیت سے آپ کا تقرر ہوا۔ تقریباً 4 سال تک وہاں خلق خدا کو فیض یاب کرتے رہے۔ دہلی کے قیام کے بعد بعض ضرورتوں اور مجبوریوں کے باعث آپ کشمیر تشریف لے گئے۔ 1323ھ میں آپ بعض مشاہیر کشمیر کی رفاقت میں زیارتِ حریمین سے مشرف ہوئے۔ سفر حجاز کے دوران طرابلس، شام، مصر، بصرہ

کے جلیل القدر علماء کرام سے آپ کی ملاقات ہوئی۔ انہوں نے آپ کی خداداد و بے نظیر لیاقت دیکھ کر مختلف سندات حدیث عطا فرمائیں۔ حرین سے واپسی پر کشمیر کے خواجگان خصوصاً خواجہ عبدالصمد کے اصرار پر آپ نے قصبہ بارہ مولا میں مدرسہ فیض عام کی بنیاد ڈالی۔ تین سال تک وہاں فیض قرآن و حدیث کو عام کرتے رہے۔ اسی اثناء میں آپ کو دارالعلوم دیوبند کے جلسہ دستار بندی میں مدعو کیا گیا۔ جب آپ وہاں تشریف لے گئے تو انتظامیہ نے آپ کو دارالعلوم میں مدرس رکھنے کا ارادہ ظاہر فرمایا۔ آپ نے بغیر کسی پس و پیش کے منظور فرمایا، کیونکہ دارالعلوم کی حیثیت آپ کی مادر علمی کی تھی۔ وہاں سے آپ نے استفادہ علوم و فنون کیا تھا۔ پہلے سال ہی سے ابوداؤد اور صحیح مسلم کا درس آپ کے سپرد کیا گیا۔ سالہا سال تک آپ بغیر تنخواہ کے درس دیتے رہے۔ حضرت شیخ الہند نے جب حجاز مقدس کے سفر کا قصد فرمایا تو ان کے تشریف لے جانے کے بعد حضرت شاہ صاحب نے صدر مدرس کی حیثیت سے صحیح بخاری اور جامع ترمذی کا درس سنبھال لیا۔ طلباء کو یہ محسوس تک نہ ہوا کہ وہ علم کے ایک بحر ذخار (حضرت شیخ الہند) سے محروم ہو گئے ہیں بلکہ حضرت شاہ صاحب کے درس میں بعض ایسی امتیازی خصوصیات تھیں جو عام طور پر دوسرے حلقوں میں نہیں تھیں۔ آپ کا 1345ھ میں دارالعلوم کی انتظامیہ کے ساتھ بعض اصلاحات کے سلسلہ میں اختلاف ہوا جس کی وجہ سے آپ نے دارالعلوم دیوبند سے قطع تعلق فرمایا۔ علامہ شبیر احمد عثمانی، مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی، مولانا سید بدر عالم میرٹھی، مفتی عزیز الرحمن رحمہم اللہ اور دیگر علماء و طلباء سمیت آپ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل تشریف لے گئے۔ 1351ھ تک آپ وہاں درس حدیث دیتے رہے۔

حضرت شاہ صاحب کے بارے میں معاصرین کی آراء:

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ: میرے نزدیک حقانیتِ اسلام کی دلیلوں میں ایک دلیل حضرت مولانا انور شاہ صاحب رحمہ اللہ کا امت مسلمہ میں وجود ہے۔

شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ: حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ، شیخ تقی الدین، شیخ عز الدین اور شیخ انور شاہ کشمیری رحمہم اللہ کے درمیان فرق صرف زمانے کے تقدم و تاخر کا ہے۔ مناقب و محامد میں علامہ کشمیری رحمہ اللہ ان سے کم نہیں۔ مولانا عبد القادر رائے پوری رحمہ اللہ: واقعی حضرت شاہ صاحب اللہ کی نشانیوں میں سے ایک واضح نشانی تھے۔

علامہ سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ: مرحوم کی مثال اس سمندر جیسی ہے جس کے اوپر کی سطح ساکن ہو لیکن گہرائی موتیوں سے لبریز ہو۔ مولانا مناظر احسن گیلانی رحمہ اللہ: خدا کی قسم میں نے حضرت شاہ صاحب جیسا انسان ہر گز نہیں دیکھا۔

علامہ زاہد الکوثری رحمہ اللہ: احادث سے دقیق مسائل کے استنباط میں شیخ ابن ہمام صاحب فتح القدیر کے بعد حضرت کشمیری جیسا کوئی محدث و فقیہ نہیں گزرا۔ ڈاکٹر علامہ محمد اقبال رحمہ اللہ: اسلام کی ادھر کی پانچ سو سالہ تاریخ شاہ صاحب کی نظیر پیش کرنے سے عاجز ہے۔

(جاری ہے)

فتاویٰ عالمگیری

مولانا محمد یوسف حفظہ اللہ

ہندو راجاؤں کا شہنشاہ جلال الدین اکبر م 1014ھ سے یہ یارانہ اور اکبر کی ان کے بارے میں حد سے بڑھی ہوئی رواداری ہندوستان میں مسلمانوں کی سیاسی ترقی میں زبردست رکاوٹ ثابت ہوئی اور رفتہ رفتہ اکبر جیسے کم اندیش بادشاہ نے ان نئے اثرات کو قبول کر لیا جو اسلامی تعلیمات کے سراسر منافی تھے۔ انہی زہریلے اثرات کا نتیجہ تھا کہ اکبر نے ایسے قانون وضع کیے جو مسلمانوں کی دل آزاری کا باعث بنے۔ پھر مسلم ہندو اتحاد کی پالیسی اپنا کر دین الہی کے نام پر ایک نئے مذہب کی داغ بیل ڈالی۔ اس کے علاوہ متعدد ایسے احکامات و اصلاحات نافذ کیے جن سے اسلام کی تعلیمات بھی مجروح ہوئیں اور مسلمانوں کی وحدت بھی پارہ پارہ ہوئی۔ اکبر کی ان غلط پالیسیوں کا یہ نتیجہ نکلا کہ مسلمانوں میں مشرکانہ رسم و رواج سرایت کرتے گئے، بدعات و کفر کو تقویت ملی۔ مسلمان عورتیں علانیہ ہندو اپنے قبضے میں رکھتے اور مسلمان بے بس نظر آتے تھے۔ اسلامی تعلیمات اور شعائر کا کھلم کھلا مذاق اڑایا جاتا۔

مگر اس سب کے باوجود ان سنگین حالات میں بھی مسلمانوں کا حساس اور خدا ترس طبقہ خاموش نہ تھا۔ چنانچہ اکبر کے آخری دور میں علامہ شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ نے اپنی تحریک احیاء اسلام شروع کی اور آپ ہی نے یہ نعرہ بلند کیا

”اسلام اسلام است و کفر کفر است“۔ دوسرے لفظوں میں آپ نے ہندو اور مسلمانوں کی مخلوط قومیت کی شدید مخالفت کی، جس کی وجہ سے آپ کو سخت مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ مگر آپ کی پر خلوص اور بے لوث محنت کی برکت سے تحریک احیاء اسلام روز افزوں عوام میں مقبول ہوتی چلی گئی۔ جس کا ثمرہ یہ برآمد ہوا کہ خود بادشاہ وقت جہانگیر کو باوجود آزاد خیال ہونے کے شہنشاہ اکبر کو یہ پالیسی ترک کرنا پڑی اور چند ایسی اصلاحات کرنا پڑیں جو کسی حد تک کفر و شرک کی قوت کو توڑنے والی تھیں۔

اس کے بعد جہانگیر کے بیٹے شاہجہان کا دور اقتدار آیا۔ یہ دور بنسبت پہلے ادوار کے مسلمانوں کے حق میں سود مند ثابت ہوا۔ چنانچہ شاہجہان کی کامیابی اور اس کے مختلف اقدامات سے ہندوؤں کے اثرات کو نقصان پہنچا۔ اس نے نئے مندروں کی تعمیر کو روک دیا۔ ان ہندو امراء کو جن کے قبضہ میں مسلمان عورتیں تھیں، حکم دیا کہ وہ مسلمان ہو جائیں یا عورتوں کو آزاد کر دیں، جن مقامات پر نماز باجماعت نہ ہو سکتی تھی وہاں رکاوٹوں کو دور کر کے نماز باجماعت کا انتظام کیا۔ اس طرح شاہجہان کے دور میں کفر و شرک کی طاقت کو اچھا خاصا نقصان پہنچا اور مسلمانوں کا بکھرا ہوا شیرازہ مجتمع ہونا شروع ہوا۔ لیکن شاہجہان کے عہد کے آخر میں دارا شکوہ (عالمگیر کا بڑا بھائی) جیسے شہزادے کی موجودگی سے آئندہ کے لیے سخت خطرہ پیدا ہو گیا تھا کیونکہ شہزادہ مذکور اپنی عیاشی اور دیگر دلچسپیوں کی وجہ سے ہندو نواز تھا۔ عالمگیر کے ”دارا“ سے اختلاف کی وجہ بھی یہی تھی۔ جیسا کہ ماثر عالمگیری کے مصنف نے تحریر کیا ہے: ”دارا شکوہ کے اطوار و عادات میں جو اداسب سے زیادہ عالمگیر کو ناپسند تھی وہ شہزادہ مذکور کی ہندو پرست طبیعت تھی“ جبکہ عالمگیر کی طبیعت یکسر مختلف تھی کہ آپ اوائل زندگی

ہی سے قول و عمل، افعال و کردار، دلچسپیوں اور معاملات کے ہر پہلو سے اسلامی تصورات اور عقائد کے پابند تھے۔ آپ کے قول و عمل میں ہم آہنگی تھی۔ اسی وجہ سے مسلمانوں کا سواِ اعظم آپ کی دیانت، صداقت اور صلاحیت پر اعتماد کرتا تھا اور انہیں یہ یقین تھا کہ عالمگیر کے کامیاب ہو جانے پر اسلام کا احیاء ممکن ہو سکے گا۔ چنانچہ عامۃ المسلمین کے بھرپور تعاون کی بدولت عالمگیر کو اپنے بھائی دارا کے مقابلہ میں کامیابی ہوئی اور وہ ہندوستان کا حکمران ہوا۔

فتاویٰ عالمگیری کی تدوین کی ضرورت:

عالمگیر کی اصلاحات سے حکومت کے ڈھانچے میں اسلامی تصورات کو بہت کچھ عمل دخل ہو چکا تھا، لیکن حکومت کا سب سے بنیادی اور اہم مسئلہ اس کے عدلیہ کے قوانین ہوتے ہیں، کیوں کہ یہ روزمرہ کی زندگی اور معاملات کو کنٹرول کرتے ہیں اور بہت ہی دور رس نتائج کے حامل ہوتے ہیں۔ عالمگیر کی دلی خواہش یہ تھی کہ اپنی رعایا کو شریعت کے مطابق زندگی بسر کرنے کا موقع فراہم کرے اور اسی بات کے خواہاں اور آرزو مند ہندوستان کے مسلمان تھے۔ چنانچہ اپنی رعایا کے نیک جذبات اور اپنی قلبی خواہش کو عملی جامہ پہنانے کی غرض سے عالمگیر نے اس دور کے جید علمائے کرام اور مستند فقہائے کرام کا ایک بورڈ تشکیل دیا اور انہیں حکم دیا کہ وہ سب مل کر کامل تحقیق اور پوری عرق ریزی سے تمام کتب فقہ کو کھنگال کر ایک ایسی جامع کتاب مرتب کریں جو اپنے موضوع پر انسائیکلو پیڈیا ہو، جس کے تمام مسائل مفتی بہ مستند اور مضبوط ہوں تاکہ فتویٰ جاری کرنے کے باب میں قاضی حضرات اور مفتیان کرام اس موضوع سے متعلق تمام کتب اور مختلف ذخائر فقہ سے بے نیاز ہو جائیں۔ اس مہم کو

کامیابی سے سرانجام دینے کے لیے بادشاہ وقت نے اس کے اہتمام اور نگرانی کی تمام تر ذمہ داریاں شیخ نظام الدین برہان پوری علیہ الرحمۃ کے سپرد کیں، جو ظاہری و باطنی خوبیوں سے آراستہ تھے۔ چنانچہ شیخ نظام الدین کی زیر نگرانی اہل فضل و دانش نے کمر ہمت باندھ لی اور اپنی خداداد صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے مسائل فقہیہ کی جمع و تالیف میں مشغول ہو گئے۔ اس سلسلے میں ان کے لیے معقول وظائف اور مناسب عطیات کا بھی بہترین انتظام کر دیا گیا تاکہ یہ حضرات فکر معاش سے بے پرواہ ہو کر کامل یکسوئی کے ساتھ اس اہم ترین ہدف کو پورا کر سکیں۔ ہر سال سرکاری خزانے سے اس کار خیر کے لیے ایک کثیر رقم عطا کی جاتی۔ سرسری اندازہ کے مطابق اس کام پر دولاکھ روپے (اس زمانے کے اعتبار سے) خرچ ہوئے۔ بالآخر وہ پاکیزہ نفوس اپنی نیک نیتی، بے لوث قربانی، خلوص اور انتھک محنت کی بدولت ایک ایسا مجموعہ تیار کرنے میں کامیاب ہو گئے جو یقیناً اپنی مثال آپ تھا۔

(جاری ہے)

امام ابو حنیفہ امام ابو داؤد کی نظر میں

مولانا زاہد اللہ حقانی

مشہور محدث امام ابو داؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”اہل اسلام پر امام ابو حنیفہ کے لیے دعا کرنی لازم ہے، کیونکہ انہوں نے دوسروں کے لیے سنن و آثار کو محفوظ کر دیا۔ جب کوئی آثار یا حدیث کا قصد کرے تو اس کے لیے سفیان ہیں اور اگر ان کی باریکیوں کو معلوم کرنا چاہے تو امام ابو حنیفہ ہیں۔“

انسٹریو

پچھلے دنوں محقق العصر، رئیس المناظرین حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمہ اللہ کے صاحبزادے حافظ محمد عثمان صفدر صاحب مرکز اہل السنۃ والجماعۃ 87 جنوبی سرگودھا میں تشریف لائے۔ ادارہ کی طرف سے حافظ صاحب کا انسٹریو لیا گیا جو افادہ کی خاطر نذر قارئین ہے۔

ادارہ: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حافظ صاحب: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ادارہ: محترم آپ کا نام کیا ہے؟

حافظ صاحب: حافظ محمد عثمان صفدر

ادارہ: آپ صرف حافظ قرآن ہیں یا درسِ نظامی بھی کیا ہے؟

حافظ صاحب: نہیں، میں نے درسِ نظامی نہیں کیا۔

ادارہ: درسِ نظامی نہ کرنے کی کوئی وجہ؟

حافظ صاحب: والد محترم حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمہ اللہ ان

دنوں کراچی پڑھانے کے لئے چلے گئے، تنخواہ بہت کم تھی اور اسی تنخواہ میں سے والد

صاحب اپنی کتابیں بھی خریدتے تھے اور جو تھوڑی بہت بچ جاتی گھر میں والدہ صاحبہ کو

دے دیتے۔ والدہ صاحبہ سلائی وغیرہ کر کے گھر کی ضروریات پوری کرتیں۔ ہم پانچ

بھائی اور سات بہنیں ہیں، مالی حالات ٹھیک نہ ہونے کی وجہ سے درسِ نظامی نہیں کر سکا

ادارہ: حافظ صاحب ایک بات غیر مقلدوں کی طرف سے پورے زور کے ساتھ اُڑائی

جاتی رہی ہے کہ آپ کی ایک ہمیشہ غیر مقلد کے نکاح میں ہے، کیا یہ ٹھیک ہے؟

حافظ صاحب: میرے بہنوئی جن کا نام ”محمود الحق“ ہے، وہ پکے حنفی ہیں، ان

کے والد غیر مقلد تھے اور وہ بھی متعصب غیر مقلد نہ تھے اور مزے کی بات یہ ہے کہ میری بہن کی شادی والد صاحب رحمہ اللہ کی زندگی میں ہوئی تھی۔ اس وقت غیر مقلدین نے یہ بات نہیں اڑائی، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ میرا بہنوئی غیر مقلد نہیں ہے۔ والد صاحب کے انتقال کے بعد یہ بات اڑائی گئی کہ اوکاڑوی کا داماد غیر مقلد ہے اور اسی بات پر مفتی غلام مصطفیٰ صاحب [مفتی صاحب اوکاڑہ شہر میں رہتے ہیں] کو غیر مقلدین نے کہا: ”اگر اوکاڑوی رحمہ اللہ کا داماد غیر مقلد نہ ہو تو ہم غیر مقلدیت سے توبہ کر لیں گے۔“ پھر مفتی غلام مصطفیٰ صاحب ان غیر مقلدین کے ساتھ تصدیق کے لئے میرے بہنوئی کے گھر گئے، میرے بہنوئی نے صاف کہا کہ میں اہل السنۃ والجماعۃ حنفی دیوبندی ہوں، میرے عقائد وہ ہیں جو میرے اکابر کے ہیں۔

ادارہ: تو پھر تصدیق کرنے والے غیر مقلدین تائب ہوئے؟

حافظ صاحب: نہیں ہوئے، یہ تو نبی علیہ السلام پر جھوٹ بول دیتے ہیں، وعدہ کی پاسداری ان کے ہاں کوئی اہمیت نہیں رکھتی۔

ادارہ: حضرت اوکاڑوی کو انتقال فرمائے کتنا عرصہ ہو گیا ہے؟

حافظ صاحب: یکم شعبان، 3 اکتوبر 2000ء میں انتقال ہوا تھا، 12 سال ہو گئے ہیں۔

ادارہ: حافظ صاحب! آپ مرکز اہل السنۃ والجماعۃ سرگودھا تشریف لائے بہت خوشی ہوئی، آپ مرکز کے متعلق کچھ فرمانا چاہیں گے؟

حافظ صاحب: الحمد للہ مرکز اہل السنۃ والجماعۃ عقائد اہل السنۃ والجماعۃ کا صحیح اور سچا ترجمان ہے۔ اباجی نے جس مشن کے لئے کام کیا اس مشن پر اگر پوری دنیا میں کہیں

کچھ کام ہو رہا ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ اس مرکز اہل السنۃ والجماعۃ کا بالواسطہ یا بلا واسطہ کردار اور کاوش ضرور ہے۔ اللہ پاک تا قیامت اس ادارے (مرکز اہل السنۃ والجماعۃ) کو دن دو گنی رات چو گنی ترقی عطا فرمائے، اس کے فیض کو پورے عالم میں عام فرمائے، حضرت گھمن اور ان کی پوری ٹیم کے علم و عمل میں برکت عطاء فرمائے۔

ادارہ: استاد محترم متکلم اسلام حضرت مولانا الیاس گھمن دامت برکاتہم کے بارے میں آپ سے پوچھنا چاہوں گا کہ آپ کے ساتھ ان کا تعلق کیسا ہے؟

حافظ صاحب: اللہ پاک حضرت گھمن صاحب کی عمر میں برکت عطاء فرمائے، والد صاحب کے انتقال کے بعد اگر ہمیں سہارا دیا ہے تو وہ گھمن صاحب ہیں۔ انہوں نے والدہ صاحبہ کا ماہانہ وظیفہ مقرر کیا، عید پر الگ سے تعاون فرماتے ہیں، ہر سال والد صاحب رحمہ اللہ کے نام کی قربانی کرتے ہیں اور جب بھی اس طرف (اوکاڑہ) چکر لگے حضرت ہمارے گھر ضرور تشریف لاتے ہیں۔ والد صاحب کی قبر پر بھی جاتے ہیں، یہ حضرت کی شفقت ہے جو ہمیں یہاں لے آئی ہے۔

ادارہ: قارئین قافلہ حق، ماہنامہ فقیہ کے بارے میں کیا پیغام دینا چاہیں گے؟

حافظ صاحب: قارئین قافلہ حق اور ماہنامہ فقیہ کو صرف یہ کہوں گا کہ اس وقت مشن اوکاڑوی کے صحیح ترجمان مولانا محمد الیاس گھمن صاحب کا ساتھ دیں۔

ادارہ: جناب حافظ عثمان صفدر صاحب آپ کا بہت شکریہ آپ نے وقت دیا اور ہمارے قارئین کو معلومات فراہم کیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اجر عظیم عطاء فرمائے۔ آمین

بات شروع کرنے سے پہلے سلام کرنا

مولانا محمد ابو بکر اوکاڑوی حفظہ اللہ

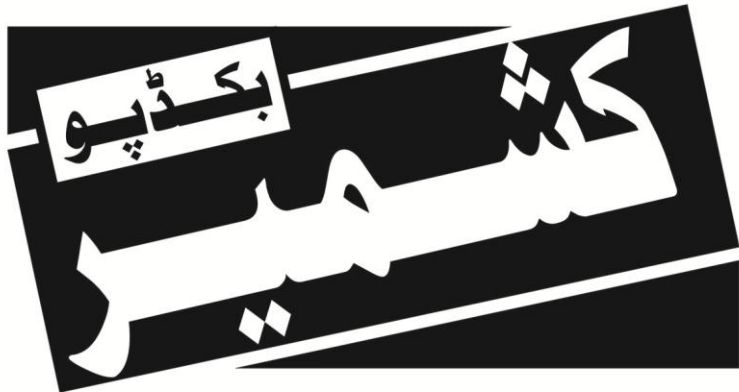
عَنْ جَابِرٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: السَّلَامُ قَبْلَ الْكَلَامِ
(جامع الترمذی: حدیث نمبر 2623)

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سلام گفتگو کرنے سے پہلے ہے۔

تشریح: احادیث مبارکہ میں سلام کے چند اصول و آداب بیان ہوئے ہیں مثلاً پہلے سلام کون کرے، کون سلام کا زیادہ حقدار ہے، سلام کا غائب لوگوں تک پہنچانا وغیرہ۔ اب اس حدیث مبارک میں سلام کرنے کا وقت اور موقع بتایا گیا ہے کہ سلام بات چیت شروع کرنے سے پہلے کیا جائے گا، بعد میں دوسری باتیں ہوں گی۔ اسی طرح آج کل موبائل وغیرہ کا سلسلہ ہے تو اس پر بھی ہیلو سے بات شروع نہیں کرنی چاہیے، یہ غیر اسلامی طریقہ ہے۔ بلکہ اسلامی طریقہ یعنی ”السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ“ کہہ کر بات شروع کرنی چاہیے۔

اس وقت ہماری قوم یہود و نصاریٰ کی نقالی میں گڈ مارنگ، صبح بخیر اور گڈنائٹ جیسے الفاظ استعمال کرتی ہے جن سے ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرما دیا ہے اور اس کی جگہ السلام علیکم کہنے کا حکم دیا ہے۔ لہذا ہمیں اس طریقہ کو رواج دینا چاہیے۔ اللہ ہمیں اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

علم کی دنیا کا اچھوتا نام



پروپرائیٹر: ملک مواد اینڈ سنز

ہمارے ہاں

قرآن کریم، سپارے، قاعدے، تراجم، تفاسیر، احادیث، فقہ اور دیگر موضوعات پر مبنی علمی، اصلاحی، تحقیقی اور دنیا بھر کے نامور محققین، علماء کرام، سکالرز کی شہرہ آفاق تصانیف سستے نرخ پر دستیاب ہیں

نوٹ: مکتبہ اہل السنۃ والجماعۃ کی تمام مطبوعات دستیاب ہیں

کشمیر بک ڈپو تلہ گنگ روڈ چکوال
فون 0543551148

